

سالانہ خریدار

نوٹ فرمائیں

رسالے کے لفافے پر جو پتا چسپاں ہوتا ہے اس کے اوپر ہر خریدار کا خریداری نمبر درج ہوتا ہے۔ خریدار حضرات نوٹ فرمائیں

اگر آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو چکی ہے تو یہی فرصت میں اس کی توسیع فرمائیے، ورنہ آپ کی خریداری معطل ہو سکتی ہے۔



اہم اعلان

محترم قارئین کرام!

ہمیں امید ہے کہ ماہنامہ "رضوان" بلا ناغہ آپ کو پہنچ رہا ہوگا۔ ہمیشہ ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ رسالہ کو آپ تک وقت پر پہنچا سکیں تاکہ آپ کو انتظار کی رحمت نہ اٹھانا پڑے۔

یہ امر آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اس وقت گرانی آسمان کو چھو رہی ہے ہر چیز کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ غذا کی قیمت بھی بے تحاشا بڑھ گئی ہے۔ مجبوراً ہم کو بھی "رضوان" کے سالانہ زر تعاون میں دس روپیہ کا اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔ لہذا مارچ ۲۰۱۲ء سے رضوان کا سالانہ زر تعاون سو (100) روپیہ ہوگا امید ہے کہ قارئین اس کو بخوشی قبول کریں گے۔

د اسلام

فی شمارہ 9/- روپیہ سالانہ زر تعاون 100/- روپیہ

حسنی فارمیسی کی مفید دوائیں

نشکر

شبیر گری کے میٹاب سترین دوا قدرتی جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ، پیشاب سے نشکر کو ختم کر کے خون میں شکر کو کم کر دینا ہے۔



ہردینا

ہرول جڑی کے پتوں کی مدد سے گودہ ہٹانے کی دوا، پیشاب میں رت خون اور میں کیلے کھانے میں



زوزامین بٹینا کبڈون

قبض اور گیس کی کامیاب دوا
 قبض اور گیس کی کامیاب دوا



مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ قائم کریں



HASANI PHARMACY

Ph. (O) 202677. (R) 229021 (F) 229174 (M) 9838023223, 177/41 Gwynne Road, Lucknow, 226018 UP (INDIA)



۸۴۴۱
۱۳۸۰۹۱



چار حصوں پر مشتمل اس کتاب میں بچوں کی آسان زبان میں نبیوں کے حالات لکھے گئے ہیں، صرف قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں، اس کتاب کے بارے میں مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:-

”ان سے چھوٹے بھائی مولانا فیضان علی ندوی کی کتاب ”قصص النبیین للاطفال“ اب نہ کسی تعریف کی محتاج ہے نہ تعارف کی، سلیس و سستہ عربی میں پیغمبروں کے سچے سبق آموز پڑھایت حالات لڑکوں اور بزرگوں سب کے پڑھنے کے قابل، ان بہن صاحبہ نے یہ کیا کہ انھیں مطالب کو عربی سے اردو میں منتقل کر دیا ہے، کتاب ترجمہ نہیں ترجمہ سے کچھ بڑھ کر ہے زبان کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، جو لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھیں گے“

حصہ اول

حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود، حضرت صالح، قیمت۔ ساتھی ساٹھ اردو زبان

حضرت دہم، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، قیمت۔ بھی یہ سیکھتے

حضرت سوم، حضرت موسیٰ علیہ السلام، قیمت۔ جہانگیر

حضرت چہارم، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت سیہام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، قیمت۔

ملیہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گون روڈ
لاہور، لاہور۔ ۲۲۶۰۱۸

بِلَادِ كَانِ حَضْرَتِ مَوْلَانَا مُحَمَّدِ شَاكِينِي حَسَنِي رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ
 جَوَائِزِ كَانِ جَمَانِ

۸۶۶۱
 ۱۳۸۰۹۱

ماہنامہ
 لکھنؤ
 ماہنامہ

جلد پنجم
 مارچ ۱۹۰۶ء
 شماره ۳

Ph. 270406

<p>سالانہ چھپندہ</p> <p>* برائے ہندوستان: ۱۰۰ روپے</p> <p>* غیر ملکی ہوائی ڈاک: ۲۵ امریکی ڈالر</p> <p>* فی شماره: ۵ روپے</p>	<p>ایڈیٹر: محمد حمزہ حسنی</p> <p>معاونین: امامہ حسنی، میمونہ حسنی</p> <p>اسٹن: سید حسینی ندوی، جعفر مسعود حسینی ندوی</p>
--	--

نوٹ: ڈرافٹ پر 'RIZWAN MONTHLY' لکھیں

ماہنامہ 'رضوان' ۱۴۲/۵۳ - محمد علی لین، گون روڈ، لکھنؤ

ایڈیٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفس میں پھیلو اکوٹرز رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

اپنی بہنوں سے مددیں

ماہنامہ "رضوان" گزشتہ ۲۳ برسوں سے الحمد للہ مستقل شائع ہو رہا ہے۔ بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ لگتا تھا کہ رسالہ بند ہو جائے گا مگر رسالہ بند کرنا دین کی خدمت کے ایک دروازہ کو بند کرنا جان کو اس کو حسداری رکھا گیا اور خریداروں کے علاوہ بھی جہاں ضرورت سمجھی گئی رسالہ بلا قیمت بھی بھیجا گیا اور الحمد للہ اس کے دینی فوائد بھی

محسوس کیے گئے جس کی وجہ سے بہت بندھتی رہی اور رسالہ جاری رہا اب جو یورپ کی ثقافتی اور مخالف اسلام یلغار معاشرہ پر ہو رہی ہے اور جس طرح کے رسالہ اور اخبار شائع ہو رہے ہیں، افسانوں، ناولوں اور فلمی دنیا کی تصویروں سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ رہے ہیں۔ وہ صورت حال سب کے سامنے ہے ہر گھر میں ایسے مخرب اخلاق دکھانے والے پینچنے لگے ہیں۔ ایسی خطرناک صورت حال میں اگر ہم نے ذرا بھی ڈھیل دی اور اپنے گھروں کی حفاظت نہیں کی، اولاد کی نگرانی اور اسلامی تعلیم و تربیت میں کوتاہی کی تو ہمارا گھر بجائے ایک سلمان گھر کے ایک یورپ زدہ گھر بن جائے گا جہاں اسلامی عیت دینی غیرت، حیا اور شرم کے بجائے بے غیرتی، بے حیالی اور بے عصمتی کا ٹھکانہ بن جائے گا۔ یورپ کی خدا بینا اور نفسانی تہذیب، دیکھ کی طرح اچھی قدروں اور شرم و حیا سے آراستہ گھرانوں کو چاٹ جاتی ہے اور نہ دین کا رکھتی ہے اور نہ دنیا کا انسانوں کو جانوروں کے لیے ریوڑ میں تبدیل کر دیتی ہے جن میں کوئی انسانی علامت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

میری عزیز بہنوں اور بھائیو بہت ہی فکر کرنے کی بات ہے اپنے بچوں کے آرام و آسائش سے زیادہ ان کی دینی تعلیم و تربیت کی فکر کیجئے۔ یہ آپ کی مذہبی اور قومی ذمہ داری ہے اس میں اگر کوئی کوتاہی ہوگی تو دنیا میں آپ کی اولاد اس کا نقصان سونپھائے گی ہی آخرت میں سوائے پشیمانی اور افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

۳	مدیر	ابنی بہنوں سے
۴	عبدالمجید فیضی بالا کوٹ	کتاب ہدایت
۸		مؤذن رسول اللہ حضرت بلال رضی
۱۶	سید زین الدین کراچی	علماء کی شان استغنا
۲۳	ابو عبید اللہ	غدا ابلیہ کے عبرتناک واقعات
۳۱	ام اسامہ شہاب	ام منذر بنت قیس
۳۳	طارق انیس	نسل نو کی تربیت کے تقاضے
۳۸	مولانا مفتی محمد جمیل خاں	عقیدہ توحید
۳۹	مفتی راشد حسین ندوی	سوال جواب

عبدالرحمن فیضی - بالاکوٹ

قرآن کی تعلیم

ہر مسلمان پر ضروری ہے

احسان اول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح احسان ثانی (قرآن مجید) کی نافرمانی کر کے آج ذلت و رسوائی کی دلدل میں پھنس گئے یہ حقیقت ہے کہ جب تک ہل ایمان کا تعلق قرآن سے مضبوط تھا جب تک مسلمان اس رسوائی (کتاب اللہ) کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے تو ساری دنیا مسلمانوں کے پاؤں پر چلتی تھی۔ جب تک مسلمان قرآنی احکام پر عمل پیرا تھے تو ساری کائنات پر ان کا رعب و دبہ تھا مگر افسوس کہ جوں مسلمانوں نے قرآن سے بیگانگی اختیار کی جب سے مسلمانوں نے قرآنی احکامات کو چھوڑ کر غیروں کی نقلی اختیار کی تو قدرت نے بھی انہیں غیروں کی ہی غلامی میں جکڑ دیا۔ جو اقوام کل تک مسلمانوں کے زیر نگیں تھیں وہی آج مسلمانوں کو دانت دکھانے لگیں۔ مسلمان قرآن سے روگردانی کر کے آج پستی کی اس انتہا کو پہنچ چکے ہیں کہ اس وقت دنیا میں جالوردوں کے ہنر خیز بلی وغیرہ تک کے حقوق تسلیم کیے جاتے ہیں مگر مسلمان کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا۔ جس مسلمان کے خون کی حرمت بیت اللہ سے زیادہ قیمتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ یرفع بہذا الکتاب

یعنی تو ہم پر اللہ کے اتنے انعامات و احسانات ہیں کہ ان کا احاطہ و شمار یقیناً انسان کے بس میں نہیں مگر ان انعامات و احسانات میں دو احسان بہت ہی عظیم ہیں ایک مخلوق کی صورت میں اور دوسرا غیر مخلوق کی صورت میں مخلوق کی صورت میں جو سب سے بڑا احسان ہے وہ ہے سید الاولین والاخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت اور جو غیر مخلوق (صفت الہی) کی صورت میں سب سے بڑا احسان ہے وہ اللہ کی آخری اور مقدس کتاب قرآن ہے۔ اللہ رب العزت نے امت محمدیہ کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ایسی کتاب ہدایت عطا فرمائی جو تمام کتب

اقوام و بیض بہ اخیرین یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ عطا کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو اس کتاب کے ذریعے پست و ذلیل کرتا ہے۔ مقصد یہ کہ جو اس کتاب مقدس کے واسطے دالستہ ہو جائے جو اپنی زندگی کی تمام خواہشات کو اس کے تابع کر دے، جو اس کے ہر حکم کے آگے تسلیم خم کر دے تو یہ کتاب اسے عظمت کی بلند یوں پر پہنچا دیتی ہے اور جو اس کی تعلیمات و احکامات کی پابندی نہیں کرتا ہے تو یہ کتاب (قرآن مجید) اسے ذلت و رسوائی کی پستی میں گرا دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی صداقت کا دور نبوت سے لے کر آج تک دنیا نے مشاہدہ کیا۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید امت محمدیہ میں بمنزلہ روح کے ہے جس طرح انسانی جسم میں جب تک روح موجود ہوتی ہے تو دنیا کی ہر چیز پر اس کی ہیبت اور رعب ہوتا ہے لیکن جب جسم سے روح نکل جائے تو (غیر کیا) اس کے اپنے عزیز و اتارب بھی اٹھا کر اس بے روح جسم کو زمین کے گڑھے

میں دفن کر دیتے ہیں اسی طرح جب تک اس امت میں (قرآن مجید) کی محبت اس کی تلاوت و تعلیم اس کے احکامات پر عمل کی صورت میں (روح قرآنی) موجود تھی تو دنیا کی بڑی سے بڑی قومیں بھی اس کی تابع و فرمانبردار تھیں لیکن جوں ہی اس امت کے اندر سے (بد علمی بے حیالی، غیروں کی تقلید خواہشات نفسانی کو اپنانے کی صورت میں) روح قرآنی نکل گئی تو ذلت و رسوائی اس کا مقدر ٹھہری ضرورت ہے کہ امت مسلمہ اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کے لیے اپنے آپ کو اس طرح قرآن کے حوالے کر دیں۔ جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے یعنی ہمارے تمام افعال و اعمال قرآن کے تابع ہو جائیں۔ اس طریقہ پر آنے کے لیے جو چیز ابتدائی طور پر انتہائی ضروری ہے وہ ہے قرآن پاک کی تعلیم ضروری ہے کہ موجودہ حالات میں ہم قرآن کریم کی تعلیم کو اپنے گھر اپنے محلے و علاقے سے لے کر دنیا کو کوئے کوئے تک عام کرنے کے لیے اپنا مال و وقت، جان صرف کریں اور پھر مختلف افراد کے مختلف حالات و ذمہ داریوں کے پیش نظر ہر آدمی پر کچھ انفرادی ذمہ داریاں بھی عائد

ہوتی ہیں جن کا انتہائی اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔

ہر فرد پر اس کی ذاتی ذمہ داری

ہر کلمہ پڑھنے والے مسلمان مرد و عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کو صحیح تلفظ و مخارج کے ساتھ پڑھنے کی مشق کرے اور پھر اس کی تلاوت کا اہتمام کرے کہ قرآن مجید کی تلاوت ہر مسلمان پر قرآن پاک کا حق ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ سال میں کم از کم دو مرتبہ قرآن پاک کو پڑھ کر مکمل کرنا قرآن مجید کا حق ہے پھر اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس حق کی ادائیگی پر بھی اللہ نے اتنا بڑا اجر و ثواب رکھا ہے کہ ساری دنیا کی مادی نعمتیں اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں مشہور حدیث ہے کہ تلاوت کرنے والے کو ایک ایک حرف پر کم از کم دس نیکیاں ملتی ہیں اور قرآن پاک کے کل تقریباً تین لاکھ تیس ہزار سات سو ساٹھ حروف (۳۲۳۷۶۰) ہیں جو خوش قسمت انسان اول سے آخر تک قرآن پاک مکمل کرتا ہے تو اسے کم از کم بیس لاکھ سینتیس ہزار چھ سو نیکیاں تو مل ہی گئیں۔ اب جب با وضو

ہو کر بڑھے گا تو کئی گنا ثواب میں اضافہ پھر دیکھ کر بڑھے گا تو دو گنا اضافہ اسی طرح جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اور جس قدر ظاہری و باطنی ادب کی رعایت ہوگی اسی قدر ثواب میں زیادتی ہوگی اس سے بھی بڑھ کر خود حق تعالیٰ جل شانہ کا اعلان کہ واللہ یضعف لمن یشاء یعنی اللہ جس کو چاہے دو چند کر کے دیتے ہیں یقیناً اس اجر و ثواب کا احاطہ کرنا انسانی عقل سے بالکل ناممکن ہے تو پھر وہ کتنا بڑھتی ہوگی اس کا تصور ہی نہیں کر سکتے ہیں اور اسی طرح ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اسے قرآن پاک کا کم از کم اتنا حصہ حفظ ہو جس سے نماز ادا ہو سکے ویسے سورہ فاتحہ کے ساتھ آخری دس سورتیں حفظ کرنا تو عموماً کسی کے لیے مشکل نہیں اس لیے اس کا ہر مسلمان کو لازمی اہتمام کرنا چاہیے۔

والدین کی ذمہ داری

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا ہے ان پر ضروری ہے کہ وہ اولاد کو قرآن پاک سکھانے کا اہتمام فرمائیں۔ یہ اولاد کے ساتھ احسان بھی ہوگا اور اولاد کی نیکی حق بھی کہ اولاد کو تعلیم قرآن سے بہرہ ور کرنا

اس کے بنیادی حقوق میں سے ہے اور پھر اس پر بڑی عظیم بشارتیں بھی ہیں۔ ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن مجید سکھائے اس کے اگلے پچھلے سب (منیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرے اس کو قیامت کے دن چودھویں رات کے چاند کے مشابہاٹھا یا جلے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا کہ بڑھنا شروع کر! جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا تو باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا حتیٰ کہ اسی طرح قرآن پاک تمام مکمل ہوگا۔ بتائیے؟ بیٹے کو ڈاکٹر پروفیسر انجینئر کارخانہ دار سرمایہ دار جاگیردار وغیرہ بنانے میں یہ عظمت و سر بلندی کہاں ہے؟ پھر صرف حفظ پر اتنی فضیلت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر کئی اور فضائل بھی ہیں تو جو خوش قسمت اپنے بیٹے کو قرآن کا حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کا عالم اور مفسر بھی بنادے تو سبحان اللہ اس کی عظمت کے کیا کہنے۔ اور مسلمان باپ کی فضیلت کا خود ہی اندازہ کر لیجئے اور جب باپ کی اتنی فضیلتیں ہیں تو خود

حافظ قرآن کے مقام کی بلندی کتنی ہوگی اور اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان اظہر سے فرمایا کہ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ یعنی تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن مجید کو سیکھے اور سکھائے۔ یوں تو ساری امت ہی بہتر ہے مگر ساری امت سے بھی قرآن پاک کو سیکھنے اور سکھانے والے زیادہ بہتر ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اپنی اولاد کو قرآن پاک کی تعلیم دینا اولاد کا حق بھی ہے اور اس کے ساتھ خیر خواہی بھی اور دارین کی سعادت بھی۔ ہر مسلمان کو خصوصی توجہ کے ساتھ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

عصری تعلیمی اداروں کے حکام کی ذمہ داری

عصری درس گاہوں کے ذمہ داران پر فرض ہے کہ اسکولز، کالجوں، یونیورسٹیز اور دیگر تعلیمی اداروں میں قرآن کی تعلیم کما حقہ لازمی قرار دی جائے۔ کتنے دکھ کا مقام ہے کہ آج جدید تعلیمی اداروں میں دنیا کی ہر کتاب کی تعلیم دی جاتی ہے اگر نہیں دی جاتی تو صرف اللہ کی کتاب کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ آج

اسکولز، کالجوں، یونیورسٹیوں کی ہر کتاب کے لیے وقت ہے ہر کتاب پر محنت ہو رہی ہے اگر نہیں ہوتی تو اللہ کی کتاب پر کوئی محنت نہیں ہوتی۔ محنت تو کیا دو سرے معنائین کے مقابلے میں جو نہایت تلیل وقت اس کے لیے مختص ہوتا ہے وہ بھی اسے نہیں دیا جاتا اور پھر تمام معنائین کے لیے ان معنائین کے ماہرین ہی کو معلم مقرر کیا جاتا ہے مگر کتاب اللہ کو پڑھانے کے لیے اس کا کوئی اہتمام نہیں۔ آخر اس کتاب عظیم پر اتنا بڑا ظلم خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں کیوں روا رکھا جا رہا ہے۔ عصری تعلیم کی ضرورت و افادیت سے مطلقاً کسی کو انکار نہیں، مگر بنیادی تعلیم (قرآن) کے بغیر جس نصاب کے مطابق اور پھر جس ماحول میں یہ تعلیم دی جاتی ہے عموماً اس سے گرا ہی جاتی پھیلتی ہے جس کا روزمرہ مختلف انداز میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ عصری درس گاہوں میں قرآنی تعلیم کو لازمی قرار دے کر نصاب و ماحول اور طریقہ کار کو قرآن کے تابع بنا دیا جائے۔

دولت مند حضرات کی ذمہ داری

جن حضرات کو اللہ نے دنیا کے

مال و دولت سے نوازا ہے ان پر حق بنتا ہے کہ اپنے حقیر و عاریضی مال کو قرآن کی تعلیم و اشاعت پر خرچ کر کے اس مال کو قیمتی و دائمی بنا لیں یا انھیں موجودہ حالات میں تو اس کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنے مال کا ایک بڑا حصہ دینی مدارس و مراکز کے لیے وقف کر دیں۔ یہ سوچ کر دل خون ہو کر رہ جاتا ہے کہ آج رفاہی کاموں کے بہانے یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ ادارے بے حیائی و گمراہی پھیلانے کے لیے پانی کی طرح دولت بہا رہے ہیں مگر اشاعت قرآن کے ادارے اپنے بجٹ کے سلسلے میں پریشان حال ہیں حالانکہ مسلمانوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسلمانوں کو یہ نصیحت کی ہے کہ تمہارا کھانا (مال) صرف متقی لوگ ہی کھائیں تو مدارس عربیہ میں بیٹھ کر اپنے آپ کو تعلیم قرآن کے لیے وقف کرنے والوں سے زیادہ متقی کون ہو سکتا ہے۔ زہے نصیب اس شخص کا کہ جس کا مال تعلیم قرآن کی اشاعت میں خرچ ہو کر اس کے لیے ارشاد نبوی کی روشنی میں (تقیات صدقہ جاریہ بن رہا ہے) اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماہرین قرآن کی ذمہ داری

جن حضرات کو اللہ نے کسی بھی درجے میں قرآن سے تعلق نصیب فرمایا ہے یہ ان پر اللہ کا امان عظیم ہے اور ظاہر ہے کہ بڑے احسان کا شکر بھی ادا کرنا چاہیے لہذا جس شخص کو اللہ نے جس صلاحیت سے نوازا ہے (قاری عالم مفسر محدث وغیرہ) اسے اپنی صلاحیت کے مطابق دنیا و مافیہا سے بے پروا ہو کر رفاہ الہی کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔ بلکہ اگر ہر سکے ترصاحب قرآن تعلیم قرآن میں اس طرح نسا ہو جائے جس طرح مولانا سید اصغر حسین کے نانا شاہ محمد حسین کے متعلق آتا ہے کہ بچوں کو تعلیم قرآن دینے میں اس قدر مستغرق ہو جاتے کہ اپنی اولاد کے نام بھی بھول جاتے ان کے ایک داماد کا نام اللہ بن تھا جب وہ خدمت میں حاضر ہوتے اور نام پڑھنے پر اپنا نام اللہ بن بتاتے تو حضرت فرماتے کہ بھائی اللہ کے تو سب ہی سہے ہیں صیح نام بتائیں آخر میں کہتے کہ حضرت میں آپ کا داماد ہوں تب جا کر پہچانتے۔ جب دوبارہ آتے تو پھر بھی تمکرا رہتی۔ (باقی صفحہ ۱۵ پر)

مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بلالؓ

ہے یا نہیں؟
ارے ابو جہل! اس نوجوان کی
مستقل مزاجی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سے والہانہ عشق و محبت نے مجھے یہ
سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ اسلامی
تبلیغ ہمارے غلاموں کو ہی نہیں
ہماری اولادوں کو بھی اپنے آبائی
مذہب سے منحرف کر دے گی۔
تم فکر نہ کرو امیرہ ابیرا غلام یا تو محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خدا کا نام
لینا چھوڑ دے گا یا آج میدان ترہ
کی پتی ریت کے ذرات اس کی
حالت بسمل پر قہقہے بلند کر رہے
ہوں گے چلو امیرہ اس کی خبر لیتے ہیں۔
وہ دونوں امیرہ کے گھر کی جانب
چل پڑے ابو جہل کی آنکھیں لال پٹی
ہو رہی تھیں ان میں ظلم و بربریت اور
انتقام کے شعلے رقص کر رہے تھے
چال میں کبر و نخوت کا انداز نمایاں تھا
غم و غصہ سے امیرہ کا وجود کانٹا رہا
تھا۔ آج وہ سرداری کے نشے میں
مست ایک توجید پرست عاشق
رسول کی قسمت کا فیصلہ کرنے جا رہے
تھے مگر انھیں کیا خبر تھی کہ ہم جس کی
مرگ حیات کا فیصلہ کرنے جا رہے
ہیں ایک دن اس کی تلوار ہمارے
جھولے گردنوں کے بوجھ کو ہٹا

کعبے کے بڑے دروازے پر
لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے آنے جلنے
میں کافی دشواری آرہی تھی کوئی آدمی
تھا کوئی جا رہا تھا، ہٹو بچو! کی صداؤں
سے کان پھٹے جا رہے تھے خاک کے
بے جان بتوں پر سجدہ ریز ہونے اور
ان کے سامنے اپنی جبینوں کو ختم کرنے
کے لیے لوگ جوق در جوق کعبے کے
صحن میں پہنچ رہے تھے۔
اس ہنگامہ آرائی سے بے نیاز
بہر تصورات میں غوطہ زن بنو حج کا
سردار دروازے کے بائیں جانب
دیوار کے سائے میں کھڑا اپنے وجود
سے بے خبر گہری سوچوں میں گم تھا
کافی دیر اسی حالت میں گزر گئی کہ
اچانک ایک جانی پہچانی آواز سننے

دے گی۔
وہ مختلف گلیوں سے ہوتے ہوئے
اس پگڈنڈی پر ہو لیے جو میدان
ترہ کے کنارے کے ساتھ ہوتی ہوئی
قبیلہ بنو حجاج تک جاتی تھی۔ وہ ایک
حمیلی کے پاس رے کے اور دروازہ کھول
کر اندر داخل ہوئے یہ جو ملی امیرہ بن
خلف کی تھی جو نہی غلاموں کی نظر اپنے
آقا پر پڑی، دوڑ کر اس کے ارد گرد
جمع ہوئے، وہ صابی کہاں ہے؟ امیرہ
گر جا آقا آپ کے حکم سے ہم نے اسے
دائیں طرف کرنے والے مکان میں بند
کیا ہوا ہے۔ میں نے تمہارے ذمہ
جو کام لگایا تھا وہ کام کیا یا نہیں؟ امیرہ
پھر غلاموں سے مخاطب ہوا۔
جی آقا! آج شب ہم نے اے اتنا
مارا کہ اس نے بسم کا کوئی حصہ ایسا
نہ تھا جہاں سے خون کے نوارے
نہ پھوٹے ہوں، اب ہمیں یقین ہے
کہ وہاں آپ کو اس کی لاش ہی
پلے گی۔
ابو جہل اور امیرہ بن خلف اس
مکان کے قریب گئے اور پاؤں کی ٹھوک
سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے
ان کے سامنے نیم بے ہوشی کی حالت
میں ایک اٹھائیس سالہ نوجوان

زمین پر لیٹا ہوا تھا جس کے میلے کچیلے
کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ چکے تھے
ظلم و تشدد کی وجہ سے جسم لاغر و نحیف
ہو چکا تھا سر کے گھنے اور نمدار بالوں
میں وقت سے پہلے ہی سفیدی آچکی
تھی چہرے کی سیاہ رنگت میں
دکھول اور غموں نے مزید اضافہ کر دیا
تھا۔ جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں
سے خون نہ ٹپکا ہو سارا جسم زخموں
جو رہتا، پیاس سے ہونٹ خشک
تھے، بھوک کی وجہ سے پسلیاں اندر
کی جانب دھنسی ہوئی تھیں۔
امیرہ آگے بڑھا اور نوجوان کی گردن
کو پاؤں سے دہلتے ہوئے اس
سے مخاطب ہوا اوصابی! کون سی
موت مرنا سندر کے گا؟ عزت کی
موت یا ذلت کی؟
نوجوان! پہلو بدلتے ہوئے امیرہ
سے مخاطب ہوا اے حج کے سردار
میں وہ موت مرنا پسند کروں گا جو خدا
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے عشق میں دی جائے۔
امیرہ اپنے غلام کا یہ جواب سن
کر غیظ و غضب سے پاگل ہو گیا اچھا
تو اب دیکھوں گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور اس کا خدا تمہیں کیسے بھڑاتا ہے؟
یہ کہتے ہی امیرہ اس نوجوان پر ٹوٹ
پڑا مگر قربان جالیے اس نوجوان پر
کہ اتنی مار پڑتی رہی مگر نہ منہ سے آہ
نکلی نہ لہٹے ایک ہی صدمہ البے
نکلتی رہی: احمد! احمد! (یعنی معبود ایک ہی
امیرہ پر یہ نعرہ بجلی بن کر گرتا اور
وہ طیش میں آجا۔ امیرہ نے اس نوجوان
کو اتنا مارا کہ خود تھک کر پیچھے ہٹ
گیا۔ نوجوان کا سارا جسم لہو لہان
ہو چکا تھا مگر عشق محمد صلی اللہ علیہ
وسلم میں اس قدر مدہوش تھا کہ سولہ
احمد احمد کے لب سے کوئی اور لفظ
نکلنا دل کو گوارا ہی نہیں تھا۔
ابو جہل آگے بڑھا اور نوجوان کو
پاؤں کی ٹھوک سے جھنجھوڑتے ہوئے
پوچھنے لگا؟
اے صابی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اس کے خدا کی عبادت چھوڑے
ورنہ تیری موت کبھی سے بھی زیادہ
دہشت ناک ہوگی، بتا آئندہ کس
کی لپو جا کر دے گی؟
لات و ہبل کا انکار کروں گا اور
خدا کے واحد پرستش کروں گا جو اب
میں زخمی نوجوان بولا۔
یہ فرقہ سہن کہ ابو جہل جلال میں آگیا
اور غلاموں کو بلا کر حکم دیا کہ اس صابی

کے کپڑے اتار کر لے کر زنجیروں سے باندھ کر گلیوں میں گھسیٹے ہوئے حرمہ کی میدان میں لے جاؤ وہاں اس کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور خدا پرستی کا جذبہ دیکھیں گے۔

ابو جہل کا یہ حکم سننے پر قبیلہ بنو حجاج کے تمام لوگ اکٹھے ہو گئے اور نوجوان کے کپڑے اتار کر لے کر زنجیروں سے باندھ کر گلیوں میں لاش کی طرح گھسیٹے ہوئے حرمہ کے میدان کی طرف لے چلے۔ دور دور یہ قطاروں میں کھڑے لات و ہیل کے بجاری سنگ باری کر رہے تھے کوئی گلی ایسی نہ تھی جہاں عشق نے لہو سے زمین کو زنگین نہ کیا ہو یہ کہن ہے جن کا نام مبارک آج بھی لب پر ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ساتھی بزرگ یدہ بزرگ صحابی امت مسلمہ کے دل کی دھڑکن ٹوڑن مسجد نبوی سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ۸۳ھ کو رباح کے گھر پیدا ہوئے آپ کے والد رباح حبشہ کے رہنے والے تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے تین سال پہلے اپنا امیہ کے سپاہ حبشہ سے ہجرت کر کے مکہ میں منتقل سکونت پذیر ہو گئے تھے جہاں پر

آپ کی تنگدستی اور فلسی سے بنو حجاج نے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کو غلام بنا لیا حضرت بلال بھی دور غلامی میں ہی پل بڑھ کر جوان ہوئے۔

والد کے انتقال کے بعد امیہ کی غلامی کا کام آپ کے سپرد ہو گیا اور یوں زندگی کے اٹھائیس سال امیہ جیسے ظلم پرستی کی خدمت میں بسر ہوئے اس وقت عرب کی حالت بہت خراب تھی ہر طرف گمراہی اور منکالت کے ابرچھکے ہوئے تھے۔ انسانیت تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ شرک بدعت عام ہو چکی تھی خدائے واحد کے پرستار لات و ہیل کے بجاری بنے ہوئے تھے یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے ابتدائی دور کا زمانہ تھا حضرت بلالؓ اس وحشت ناک اور گمراہ کن دور میں بھی طبعاً نہایت نیک نفس اور پاکباز تھے۔ آپ کی فطرت میں خرافات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ شروع سے ہی آپ اس مشرکانہ اور باغیانہ معاشرے سے نفرت کرتے تھے۔

اسی اشنا میں دعوت توحید کی صدا بلند ہوئی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدائے واحد

کی پرستش کی طرف بلانا شروع کیا بت پرستی اور دوسری گندی رسومات کی ممانعت شروع کی۔ لوگوں کو انسانیت کا جام پینے کی دعوت دی۔ مگر بجائے اس کے کہ لوگ اس دعوت حق پر لبیک کہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہو گئے اور ہر طرف سے عداوت و بغاوت کی صدا میں بلند ہونا شروع ہو گئیں مگر اس دعوت کی حقیقت کو جاننے والوں نے دیر نہ کی اور زمانے سے بے خوف و خطر کلمہ حق کہہ دیا۔

انہی میں سے حضرت بلالؓ بھی تھے جو دعوت حق کے ابتدائی کھٹن اور شکل دور میں دائرہ اسلام میں آگے اس طرح آپ کو سابقوں الاولوں کی بہترین جماعت میں امتیازی حیثیت حاصل ہو گئی۔

ادھر امیہ بن خلف کو بھی حضرت بلالؓ کے اسلام لانے کا علم ہو چکا تھا چونکہ امیہ مسلمانوں کا سخت دشمن تھا جلاوہ کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ اس کا غلام لات و ہیل کا باغی ہو کر خدائے واحد کی پرستش کرے اس لئے حضرت بلالؓ کو بلایا اور پوچھا:

”میں نے سنا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدائی عبادت

کرتے ہو اور تمہیں یہ نہیں معلوم کہ تم میرے غلام ہو تم لات و عزلی کے علاوہ کسی اور خدا کی پوجا نہیں کر سکتے۔“

حضرت بلالؓ نے بے خطر بے دھڑک جواب دیا:

”تم میرے وجود پر حکمرانی کر سکتے ہو مگر میرا دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی قبول کر چکا ہے۔“

اجھا تو اب آپ لات و ہیل کا انکار کرتے ہیں؟ جی ہاں امیہ خدائے واحد کے علاوہ خدائی دعویٰ رکھنے والی ہر چیز کا انکار کرتا ہوں۔

امیہ اپنے غلام سے یہ الفاظ سن کر آپ سے باہر ہو گیا اور حضرت بلالؓ پر ظلم و ستم کا لائق بنا ہی سلسلہ شروع کر دیا تاکہ یہ یحجائی سے ہر جانی ہر جاگے مگر ایک در پر جھکنے کے بعد اب بے باکانا بتوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی ہمت بلالؓ میں نہ تھی وہ ترس سکتا تھا جلتے ہوئے انگاروں پر لیٹ تو سکتا تھا مگر کسی اور کے در پر جھکنے کو تیار نہ تھا۔

حضرت بلالؓ پر اذیتوں کا دور شروع ہو گیا دن کو گلے میں رسی ڈال کر اوباش لڑکوں کے حوالہ کر دیا جاتا جو سارا دن مکہ کی گلیوں میں گھسیٹے رہتے اور آپ احمدا

کی صدا میں بلند کرتے۔ خون میں لت پت جسم رات کو گرم اور اندھیری کوٹھری میں پڑا ہوتا۔ سر روز سے سنے کو مظالم تجویز ہوتے اور آپ ان تمام مظالم کی تجربہ نگاہ ہوتے۔ کئی کئی دن کھانا بند کر دیا جاتا کہ شاید احمدا کی صدا میں چھوڑ دے مگر جوں جوں مظالم کی بارش تیز ہو رہی تھی حضرت بلالؓ کے ایمان میں بے شکگی اور حوصلوں کو بلند ہی مل رہی تھی اب آپ دنیا کے تمام مصائب و الم برداشت کر سکتے تھے مگر دین محمدی کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ آپ کو تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دینے جلتے مگر جہیں مبارک پر بل تک نہ پڑتا اور زبان سے احمدا کے سوا کچھ نہ نکلتا۔

امیہ اور ابو جہل حضرت بلالؓ کو مار مار کر تھک جلتے مگر رحم نہ آتا امیہ دن کے وقت کپڑے اتار کر لوہے کی زرہ پہناتا اور پھر گھسیٹ کر میدان حرمہ کی جلی ہوئی گرم ریت پر لے جاتا۔ سارا سارا دن تپتی ہوئی ریت پر پڑ پڑتے رہتے اور احمدا کی صداؤں سے میدان حرمہ کے ذرات گونجنے لگتے۔ بشرکین

مکہ حضرت بلالؓ کی یہ حالت دیکھ کر دیکھ کر خوش ہوتے۔ حرمہ کا میدان ہر روز حضرت بلالؓ کے رقص و سہیل کا اکھاڑہ بنتا۔

دوسری طرف کاشانہ نبوت میں بھی احمدا کی صدا میں پہنچ چکی تھیں۔ اس لیے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ کو آزادی دلانے کے لیے ہر وقت بے چین رہتے تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ چونکہ قبیلہ بنو حجاج کے محلے ہی میں رہتے تھے اس لیے آتے جاتے حضرت بلالؓ پر زنت سے مظالم دیکھ کر کانپ اٹھتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس سے باخبر کرتے۔

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے گزر رہے تھے کہ راستے میں دیکھا حضرت بلالؓ کو سکلے کے اوباش نوجوان گلیوں میں گھسیٹ رہے تھے۔ واپس آئے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا اے صدیق! اگر تم ہوتی تو بلالؓ کو خرید لیتا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ آئے اور سیدھے امیہ کے گھر کی طرف چل پڑے۔

امیہ حضرت بلالؓ کو جلتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر خوشی و مسرت کے قہقہے بلند کر رہا تھا حضرت ابو بکر

ماہنامہ رضوان کھنؤ

صدق آگے بڑھے اور امیر سے مخاطب
ہوئے لے امیر اس بے چارے
پر کیوں ظلم کرتے ہو اس نے تیرا کیا
بگاڑا ہے خدا کو ناراض نہ کر، ابو بکرؓ
تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے
جاؤ اپنا کام کرو میں تمہارے خدا کا
بیجاری نہیں ہوں جو مجھے ناراض
ہو جائے گا۔

دیکھ امیر تو سردار ہے یہ تیرے
شایان شان نہیں کہ تو ایک بے کس
پر ظلم کرے صدیق اکبرؓ امیر کو سمجھا
رہے تھے کہ حضرت عباسؓ تشریف
لے آئے جو یہ ساری باتیں سن چکے
تھے آتے ہی امیر سے مخاطب ہوئے
امیر اگر تم بلالؓ سے اتنے زیادہ تنگ
ہو تو صدیق اکبرؓ کو بیچ دو۔ امیر تجارت
سے اگر صدیق اس کی قیمت ادا کر سکتا
ہے تو میں اسے آج ہی آزاد کرتا ہوں
حضرت صدیق اکبرؓ جھٹ بولے کیا
لوگ؟ چالیس اونچے چاندی، ابو بکر
صدقؓ فوراً بولے مجھے منظور ہے
اور یوں صدیق اکبرؓ حضرت بلالؓ کو
خدا سے نکال کر لے آئے اور
آزاد کر دیا۔

آپ دونوں بارگاہ رسالت میں
پہنچے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کا چہرہ مبارک جھلکا اٹھا اور فرمایا

ابوبکرؓ اس کا رخیر میں مجھے بھی شریک
کرلو۔
امیر بن خلف کی غلامی سے آزادی
پانے کے بعد ہر وقت آپ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے۔ آپ
نے اپنی ساری زندگی حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی غلامی میں وقف کر دی
حضرت بلالؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں پہنچ کر اپنی سابقہ
زندگی بھول گئے کیونکہ حضرت بلالؓ
جس منزل کے لیے مصائب و الم
برداشت کر رہے تھے وہ آپ کو
مل چکی تھی۔

جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں
پر اذیتوں اور مصائب و الم کی بارشیں
تیز کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو
ہجرت کا حکم دیا۔ تمام صحابیوں کی طرح
حضرت بلالؓ بھی مکہ میں اپنا سب کچھ
چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے۔ مدینے
میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابو بکرؓ کو عبد اللہ بن عبد الرحمن انصاریؓ
سے بھائی چارہ کرادیا۔ آپس میں دونوں
ایسے رہنے لگے جیسے سگے بھائی ہوں
دونوں ایک دوسرے کی معمولی تکلیف
گوارا نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے خلافت کے
زلزلے میں حضرت بلالؓ کی وفات کے

پر جلنے لگے تو حضرت بلالؓ سے پوچھا
گیا کہ وظیفہ کون وصول کرے گا حضرت
بلالؓ نے جواب دیا ابو بکرؓ کیونکہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم
دونوں میں جو بھائی چارہ کر لیا تھا وہ
مجھے نہیں ٹوٹ سکتا۔

ہر وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے۔ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر یلو
اخراجات کا انتظام کرنا، دیگر گھر یلو
سائل مل کرنا آپؐ کے ذمہ تھا۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ
سے بہت محبت کرتے۔ آپ کو خلوت
وجہت میں ساتھ رکھتے۔

ہجرت کے بعد جب مسجد نبوی
تعمیر ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اذان کے لیے حضرت بلالؓ کو منتخب
کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی آواز
عطا کی تھی جو مردہ دلوں کو گرا دیتی سننے
والے تمام کام ادھورے چھوڑ کر سجد
کی جانب دوڑ پڑتے۔ بچے کھیل چھوڑ
کرمج ہو جاتے۔ عورتیں گھر یلو کام کاج
چھوڑ کر اذان کی طرف مترجمہ ہو جاتیں
فضائیں رک جاتیں۔ سارے عالم پر
مدہوشی کی کیفیت چھا جاتی۔ کائنات
کا ذرہ ذرہ حضرت بلالؓ کی آواز سنتا۔
عند لیبان جن بھی نغمہ سرا ہو جاتیں۔

بھولوں کی مہک سے بھی صدا اٹھتی
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
صحابی کی آواز سے مسحور ہو جاتے
صحابہ کرام اپنے دوست کی دلنشین
آواز پر جھوم جاتے۔ آسمان کی بلندی
حضرت بلالؓ کی آواز سننے کے لیے
زمین پر جھک جاتی۔ ملائکہ عرش پر
حضرت بلالؓ کی آواز سے ہم زبان ہو کر
اذان کے الفاظ گنگناتے۔ کفار کے
دل دہل جاتے۔ چاروں طرف ہر شے
خدا کے واحد کی حمد و ثنا کرتی نظر آتی
آپ کو ہر وقت آخرت کا نکرہ دامن گیر
رہتا اکثر ساری ساری رات روتے
رہتے۔ ایک دن فجر کی نماز کے بعد
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
بلالؓ کو بلا کے پوچھا۔

لے بلالؓ! تم کون سا عمل کرتے
ہو جس پر سب سے زیادہ اجر و ثواب
کی امید ہو کیونکہ میں نے اپنے آگے
جنت میں تمہارے قدموں کی آواز
سنی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایسا عمل
تو کوئی نہیں کیا البتہ دن رات میں
میرا کوئی وضو ایسا نہیں ہے جس
کے بعد میں نے دو رکعت نماز
نہ پڑھی ہو۔

مدینے میں پہنچ کر صحابہ کرامؓ

آزادی سے زندگی بسر کر رہے تھے
یہاں نہ کوئی ظالم تھا نہ مظلوم بلکہ نئے
بندوں کی ایک نئی دنیا آباد ہو چکی
تھی۔ سب اپنے تھے غیر کوئی نہ تھا
سب دوست تھے دشمن کوئی نہ تھا
دوسری طرف مشرکین مکہ نے جب
یہ دیکھا کہ مسلمان سکون کی زندگی
بسر کر رہے ہیں اور دین اسلام کی
اشاعت بلا روک ٹوک ہو رہی ہے
تو انھوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ
ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے ایک
بڑا جنگجو تاملہ جو سامان حرب سے
لیس تھا لے کر مدینہ پر چڑھائی شروع
کر دی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم مقام احد کی جانب چل پڑے
ان مجاہدین اسلام میں حضرت بلالؓ
بھی پیش پیش تھے۔ تمام صحابہ کرامؓ
شہادت کے نشے میں جھوم رہے
تھے۔ احد کے مقام پر حق و باطل کا
ٹکراؤ ہوا۔ مجاہدین اسلام دین
کی سر بلندی کے لیے اپنے خاندان
والوں سے ٹکرا گئے۔ اگر تیغ حق
کے نیچے بھائی آیا تو اس کے بھی ٹکڑے
ہو گئے۔ اگر والد آیا تو وہ بھی کٹ مرا۔
حضرت بلالؓ بھی اپنی تلوار کے
کرتب دکھا رہے تھے کہ اچانک امیر
پر نظر پڑ گئی جو بھاگے جا رہا تھا۔

حضرت بلالؓ نے صحابہ کو آواز دی۔ وہ
دیکھو دشمن خدا بھاگ رہا ہے صحابہؓ
یہ آواز سنتے ہی دوڑ پڑے اور امیر
کو پکڑ کر حضرت بلالؓ کے پاس
لے آئے انھوں نے تلوار سے امیر کی
گردن اڑا دی۔

صدق اکبرؓ نے جب امیر کی گردن
کو ٹڑپتے دیکھا تو فرمایا مبارک ہو
بلالؓ! اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و برکت سے
نوازے تم نے دشمن خدا سے اپنا
انتقام لے لیا۔

حضرت بلالؓ بدر سے لے کر تبوک
تک تمام غزوات میں شامل ہوئے اور
اپنی بہادری و شجاعت مندی کے
جوہر دکھائے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں
صرف ایک حبشی ہوں جو کل تک
معمولی غلام تھا، لوگو! اللہ اور اس
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لے آؤ اور جہاد کرو، پھر حج
مبرور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب مدینے میں آپ کی شادی
کا بندوبست کرنے کا ارادہ کیا
تو مدینے کے بڑے بڑے اہل ثروت
آپ کو لڑکی دینے کے لیے تیار
ہو گئے۔ ہر ایک صحابی کی یہ تمنا
تھی کہ حضرت بلالؓ اس کا داماد
بنے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نبی زہرہ اور حضرت ابوالدرداء کے
خاندان میں حضرت بلالؓ کا رشتہ کمر
دیا، بعد میں حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی
سے بھی نکاح ہوا۔ حضرت بلال جو کل
تک غلام تھے مدینہ پہنچ کر رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت
میں وہ عظمت اور بلندی ملی کہ حضرت
بلالؓ کی ایک ایک ادا صحابہ کرامؓ
کے دل کی دھڑکن بن گئی۔

جب مکہ فتح ہوا تو حضرت بلالؓ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ساتھ تھے۔ آپ نے کہنے کو بتوں سے
پاک کیا اور حضرت بلالؓ سے فرمایا:
اے بلال کعبہ کی چھت پر کھڑے
ہو کر صدائے تکبیر بلند کرو۔ حضرت
بلال چھت پر چڑھے اور اذان دینا
شروع کی۔ سارے عالم پر ایک عجیب سا
کیفیت چھا گئی یہ وہی مکہ تھا جہاں
حضرت بلالؓ کو احد احد کی صدائیں
بلند کرنے کے جرم میں جلتے ہوئے
انگھاروں پر لٹایا جاتا۔ گلیوں میں
گھسیٹا جاتا، پھر مارے جاتے وہیں
پر آج بلالؓ سر عام حق کی صدا بلند کر
رہا تھا۔ کل تک حضرت بلالؓ پر مکرانی
کرنے والے آج اس کی آواز سے کانپ
رہے تھے بہت ٹوٹ رہے تھے
نے خانے اڑ رہے تھے حسرتا لیں

رخت سفر باندھ رہی تھیں حضرت بلالؓ
کی آواز کو آج فرشتے سے عرش تک
تمام مخلوق سن رہی تھی۔
صحابہ کرامؓ عجیب کیفیت میں مبتلا
تھے کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو نم نہ ہوئی
ہو کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کے دل
پر یہ آواز بجلی بن کر نہ گری ہو۔ اذان
کب کی ختم ہو چکی تھی مگر صحابہ کرامؓ
جوں کے توں جامد و ساکت کھڑے
تھے جیسے اب تک حضرت بلالؓ کی
صدا بلند ہو رہی ہو۔

علی اور اپنے آشیانوں میں دیکھ
ہوئے تھے جیسے اس آواز نے ان کی
طاقت پر واز کو سلب کر لیا ہو۔ اب
حضرت بلالؓ کی اذان کی صدا ہر روز
آتی اور بے چین لوگوں کو متراہ
بخشتی مگر اچانک حضرت بلالؓ
کی صدائے دلنشین آنا بند ہو گئی۔
ہر کوئی پریشان تھا دل بے قراری
کے عالم میں ڈوبے ہوئے تھے آج
بلالؓ کی دنیا ویران ہو گئی۔ کائنات
کا ذرہ ذرہ آنسو بہا رہا تھا۔ ہر کوئی
بلالؓ کی غم خواری کر رہا تھا۔ بلالؓ کا
سب کچھ لٹ چکا تھا کیونکہ آپ کے
دل کی دھڑکن اور محبوب ہستی سرور عالم
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے
تشریف لے جا چکے تھے اس غم میں

آپ نے اذان دینا چھوڑ دی۔ ہر وقت
ادا اس اور کیفیت غم میں ڈوبے رہتے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے بعد محبوب خدا کے رفیق عنار
خلیفہ اول صدیق اکبرؓ کی خدمت میں
تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:
خدا کی راہ میں جہاد کرنا مومن کا سب
سے بہتر کام ہے اس لیے اپنی بقیہ زندگی
راہ خدا میں گزارنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ یہ سن کر
افسردہ ہو گئے اور فرمایا اب بلالؓ میں
اب بوڑھا ہو چکا ہوں میرے اعضاء
جسم کمزور ہو چکے ہیں زندگی کے
نا معلوم کتنے دن باقی ہیں اس لیے میں
خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے تنہا
چھوڑ کر نہ جاؤ۔ حضرت بلالؓ نے بات
مان لی اور رک گئے مگر جب حضرت
عمر فاروقؓ کا دور آیا تو آپ نے خلیفہ
ثانی شہید رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
عمرؓ سے جہاد کی اجازت مانگی حضرت
عمرؓ نے بھی روکنا چاہا مگر آپ نہ روکے
تو عمر فاروقؓ نے شام کی مہم پر روانہ
کر دیا۔ آپ ہر معرکہ میں پیش
پیش ہوتے حضرت عمر فاروقؓ کے
دور میں جب بیت المقدس فتح ہوا
تو آپ خود وہاں تشریف لے گئے

وہاں پر حضرت بلالؓ بھی موجود تھے۔
حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ سے اذان
کی فرمائش کی حضرت بلالؓ نے
لکھے "اے عمرؓ میں نے حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی رحلت فرمانے کے بعد
عہد کیا تھا کہ آئندہ اذان نہیں دوں گا
مگر آج آپ کی فرمائش کو رد نہیں کر
سکتا اور اذان دینے کے لیے کھڑے
ہو گئے۔ جو نہی اللہ اکبر کی صدا بلند
کی سننے والوں پر عرش طاری ہو گئی
صحابہ کرامؓ کے قلب و جگر کٹنے لگے۔
صحابہ کرامؓ کی آنکھوں کے سامنے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
دور کا ایک ایک لمحہ گھومنے لگا۔
فضائیں تھر تھرانے لگیں اور عالم
کائنات میں کہرام مچ گیا۔ حضرت عمرؓ
بیخین مارا مار کر رو رہے تھے۔ بلالؓ
کی آواز روح کی گہرائیوں سے اٹھ
رہی تھی اور دلوں کو چھلنی کر رہی تھی
بلالؓ جب شام کے معرکوں سے
فارغ ہوئے تو شام ہی کے ایک
کاؤں خولان میں مستقل طور پر رہنے
لگے۔ اب آپ بوڑھے ہو چکے تھے۔
کمزوری کا غلبہ تھا اکثر بیمار رہتے
اس لیے جہاد کے لیے بہت کم جاتے
ایک دن عشاء کی نماز پڑھی اور مسجد
میں ہی اونگھ آگئی خواب میں دیکھا

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے
ہیں، اے بلالؓ کیا ابھی وقت نہیں آیا
کہ آپ ہماری زیارت کو آئیں۔ اس
خواب نے بلالؓ کے من میں آگ لگا
دی۔ روح بے چین ہو گئی۔ محبت کی
چنگاری بھڑک اٹھی دوسرے دن
مدینہ منورہ کی جانب چل پڑے۔ دور
سے ہی مدینہ کے در و دیوار کو دیکھ کر
رو پڑے اور بے تابانہ روضہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب
دوڑ پڑے۔ مدینے میں ہر طرف شور
برپا ہو گیا۔ بلالؓ آگے، بلالؓ آگے
یہ سن کر حشمت اور حشمتیں بھی دوڑے
آئے اور آپ کی ٹانگوں کے ساتھ لپٹ
گئے اور بلالؓ سے فرمائش کرنے لگے۔
بابا بلالؓ کل فجر کی اذان آپ دینا
دل میں تو اذان نہ دینے کا عہد کیا
ہوا تھا مگر بتوں کے جگر پاروں کی
خواہش کو کیسے ٹالتے۔ دوسرے
دن فجر کے وقت مسجد نبویؐ کی چھت پر
چڑھے اور اذان دینا شروع کی۔ جو نہی
بلالؓ کی صدا بلند ہوئی مدینے کی گلیوں
میں کہرام مچ گیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا
کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آج
ہی انتقال ہوا ہو۔ صحابہ کرامؓ روتے
روتے بے حال ہو گئے۔ ہر چیز
اشک نشاں تھی، در و دیوار رو رہے

تھے۔ بچے بلالؓ کا صدا سنتے ہی مسجد
کی جانب دوڑ پڑے۔ نماز ادا کی اور
پھر جلد ہی ساتھیوں سے اجازت
لے کر وہاں پہلے گئے اور بقیہ زندگی
خولان میں گزار دی۔ بلالؓ نے اپنی
زندگی میں متعدد نکاح کیے مگر کسی سہری
سے اولاد نہیں ہوئی۔ آخر ۱۲ ہجری کو
۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ دمشق
میں باب صغیر کے قریب تدفین ہوئی
جب حضرت بلالؓ کی وفات کی خبر
مدینہ پہنچی تو حضرت عمرؓ رو رو کر
بیہوش ہو گئے، اہل بار بار فرماتے
تھے۔ آہ ہمارا سردار بلالؓ ہمیں داغ
جدائی دے گیا۔

بقیہ: قرآن کی تعلیم

کتنا بلند مقدر ہے ان حضرات کا
جنہوں نے تعلیم قرآن کو مشغلہ بنا کر
سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک
زبان سے افضلیت کے سر ٹیفکیٹ
حاصل کر لیے اللہ ہم سب کو قرآن
سے محبت نصیب فرما کر اس کے احکامات
پر مکمل عمل کرتے ہوئے اس کی
تعلیم عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے
آمین۔



استغناء کے لغوی معنی ہیں بے پروائی
بے نیازئی نے نکوی اصطلاحی معنی دنیا
کے مال و متاع سے اور جہاں و جلال سے
بالکل بے نگر رہنا ہے۔
امتنہ تعالیٰ نے فرمایا:
مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی رونق
ہیں اور باقی رہنے والے نیک اعمال
ہیں۔ یہ بہت سہجہ ہے تیرے رب
کے ہاں بدلہ اور امید کے اعتبار سے۔
(سورۃ الکہف آیت ۴۶)
اسی طرح بہت سی احادیث بھی
استغناء کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ غنا مال کی زیادتی سے نہیں بلکہ
حقیقی نفس کا اعتنا ہے۔
(ریاض الصالحین ص ۲۰۲)
حضرت حکیم ابن جریرؒ سے روایت

ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے سوال کیا (یعنی کچھ مانگا) تو انھوں
نے دے دیا میں نے پھر مانگا۔ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دے دیا۔
پھر مانگا پھر دیا اس کے بعد نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکیم!
بے شک یہ مال سبز میٹھا ہے پس جو
شخص اس مال کو نفس کے استغناء
(ناراضگی) کے ساتھ لے گا تو اس کے
لیے اس میں برکت ڈالی جائے گی
اور جو شخص اس کو نفس کے طمع
(تجولیت) کے ساتھ لے گا اس میں
برکت نہیں ہوگی۔
میں نے کہا: اے امتد کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم
جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے
آج کے بعد میں کسی سے کوئی چیز نہیں
لوں گا یہاں تک کہ میں دنیا سے جدا

ہو جاؤں۔ پس ابو بکرؓ نے حضرت حکیم
کو بلایا تاکہ کچھ دے دیں لیکن انھوں
نے قبول کرنے سے انکار کر دیا پھر
حضرت عمرؓ نے ان کو بلایا مگر انھوں
نے لینے سے انکار کر دیا۔
حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا
اے مسلمانوں کی جماعت! میں تم کو حکیم
پر گواہ بناتا ہوں کہ میں ان کو وہ مال
پیش کر رہا ہوں جو امتد تعالیٰ نے
ان کو مال غنیمت میں دیا ہے۔ لیکن
وہ اس مال کو لینے سے انکار کر رہے
ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
حضرت حکیمؓ نے مرتے دم تک کسی
سے کچھ نہیں لیا۔
حضرت عمرؓ سے روایت ہے
کہ وہ کہتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس گیا تو وہ بورے کی
چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اور چٹائی کے درمیان
کچھ زنا نہیں تھا۔ تحقیق کی کہ اس چٹائی
سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو
میں کیا اثر ہوا تھا اس حالت میں کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم چڑھے کے ایسے
نیکے پر ٹیک لگاٹے ہوئے تھے جو
کھجور کے پھلکوں سے بھرا ہوا تھا۔
میں نے کہا: اے امتد کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم! آپ امتد سے دعا

کیجئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
پر دوست و فراتی کرے بے شک نارس
اور روم والوں پر وسعت کی گئی تھی
باوجود یہ کہ وہ امتد تعالیٰ کی عبادت
نہیں کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا
آپ ابھی تک اس خیال میں ہیں وہ
تو ایسی قوم ہے کہ ان کی بھلائیوں کی
جلدی کی گئی ہے دنیا کی زندگی میں۔
ایک دوسری روایت میں ہے
کہ کیا آپ نے اس پر راضی نہیں کہ ان کے
لیے دنیا اور سہارے لیے آخرت ہو
اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں
نے ذکر کیا ہے۔
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ فقر اجنت میں اغنیاء سے پانچ
سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ وہ
پانچ سو سال جو آخرت کا نصف
دن ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے
بھی ذکر کیا ہے۔
حضرت عائشہؓ سے روایت
ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آل
(اہل بیات) نے دو دن بے درپے
جرم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں
تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا
سے رحلت فرما گئے۔

**حضرت امام بخاری کی دنیا
کے ساتھ بے رغبتی**
امام بخاریؒ فرماتے تھے کہ جب
بھی دنیا کا ذکر کلام میں آتا ہے تو امتد
کی مدد سے ابتدا کرتا ہوں (متاع وقت
اور کاروان علم ص ۱۰۶ بحوالہ طبقات بکلی)
سلیم بن مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے
امام بخاریؒ سے زیادہ دنیا میں بے رغبتی
کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔
امام صاحب کو اپنے والد صاحب
سے ترکے میں کافی مال ملا تھا۔ علم میں
مشغولیت کی وجہ سے وہ مال مضاربت
پر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک
مضارب نے بچپس ہزار روپے غنیمت
کیے۔ امام سے کہا گیا کہ مقامی حاکم سے
کہہ دیجئے وہ دلوادیں گے۔ امام صاحب
فرماتے گئے اگر حاکم سے اس سلسلے میں
مددوں کا توکل وہ میرے دین میں
دخل اندازی کرے گا اور میں اپنا دین
دنیا کے عوض ضائع نہیں کرنا چاہتا۔
(متاع وقت اور کاروان علم ص ۱۰۶
بحوالہ مقدمہ فتح الباری ص ۴۸)
حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب
حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب
دہلوی جامعہ امینیہ میں پڑھا رہے تھے

مدرسے سے صرف تیس روپے ماہوار
تنخواہ ملتی تھی اسی دوران مدرسہ عالیہ
کلمتہ سے پانچ ہزار روپے ماہوار
تنخواہ کی پیشکش کی گئی۔ آپ نے
انکار کیا کسی نے دریافت کیا تو فرمایا
وہاں سرکار برطانیہ کی خوش نودی کا
وہ بیان رکھنا سوگوار میں اپنا ضمیر بچانے
کی خاطر تیس روپے ماہوار پر تناعت
کریں گا۔
امیر شہر لیت حضرت عطاء اللہ
شاہ بخاری کا دس ہزار
روپے سے انکار
ایک موقع پر حضرت عطاء اللہ
شاہ بخاریؒ بہاول پور میں تشریف
فرماتے تھے نواب صاحب کو معلوم ہوا
تو انھوں نے اپنے پرائیویٹ سکرٹری
کو ڈیرہ نواب صاحب سے شاہ
صاحب کی خدمت میں بھیجا اور ملاقات
کی درخواست کی۔ سکرٹری صاحب
نواب صاحب کا پیغام لے کر شاہ جن
کے پاس پہنچے شاہ جن نے سن کر فرمایا
فقیر بادشاہوں کے دربار میں نہیں
جایا کرتے۔
پھر سننے لگے اور کہا کہ اب تو
میں ویسے بھی ان کی ریاست میں
بحیثیت مہمان کے مقیم ہوں۔ اب یہ
سوز میزبان کا کام ہے کہ وہ مہمان

کی عزت و توقیر میں پیش قدمی فرمے
چنانچہ سکریٹری صاحب کارلے کر
واپس چلے گئے۔ اگلے روز ناب صاحب
بہاول پور بہ نفس نفیس شاہ صاحب
سے ملنے آگے اور آپ کی خدمت
میں دس ہزار روپے بطور نذرانہ
پیش کیے۔ شاہ جی نے اس خیل
رقم کو قبول کرنے سے معذوری کا
اظہار فرمایا اور کہا کہ تیرا نذرانہ تعالیٰ
کے فضل و کرم سے صبح و شام دو
روٹیاں مل جاتی ہیں اس سے زیادہ
کی خواہش نہیں۔ ناب صاحب کے
مراد پر ان دس ہزار میں سے صرف
س روپے اٹھالیے۔

شاہ جی کی علمی و تقریری جواہر (۱۰)
تھو مولانا محمد قاسم نانوتوی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
اجب کہ ایک صاحب مبلغین ملازم
غنا چاہتے تھے آپ نے فرمایا کہ علمی
اقت ترمجھ میں ہے نہیں البتہ قرآن
یہ کی تصحیح کر لیا کروں گا اس میں
سارو پیہ دیا کروا کسی زمانے میں
س دیا ست سے تین سو روپے ماہوار
توڑی آگئی۔ مولانا نے جواب میں لکھا
پہ کی یاد آوری کا شکر گزار ہوں
مجھ کو یہاں دس روپے ملتے ہیں

جس سے پانچ روپے تو میرے اہل و عیال
کے لیے کافی ہو جاتے ہیں اور پانچ
روپے پنج ملتے ہیں۔ آپ کے یہاں
سے جو تین سو روپے ملیں گے اس
میں سے پانچ روپے تو خرچ میں
آجائیں اور دو سو بچانے روپے
جو بچیں گے اس کا میں کیا کروں گا۔
مجھ کو ہر وقت یہی فکر رہے گی کہ میں
ان کو کہاں خرچ کروں۔ غرض تشریف
نہیں لے گئے۔ اللہ اللہ کیا تو امانع
اور زہد ہے (غیر المال للرجال ص ۴۳)

حضرت حاجی
امداد اللہ صاحب مسہاجر مکی

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مسہاجر
مکینے ارشاد فرمایا کہ مجھے ایک شخص
نے بسا کا نسخہ بنا یا اور کہا کہ اس
نسخہ کثیر سے سونا بنتا ہے۔ میں نے
اس نمونے سے کہا کہ میں سندوستان
کو چھوڑ کر مکہ معظمہ جو آیا ہوں تو افند
کی تلاش میں آیا ہوں کیسی کی تلاش
میں نہیں بار امداد المشتاق ص ۱۹۵

حضرت مولانا
فضل الدین گنج مراد آبادی

نواب صدیاد جنگ مولانا حبیب
الرحمن خان شیرانی مرحوم نے فرمایا
کہ حضرت مولانا نائل الرحمن گنج مراد آبادی
کو ایک بار مرگم کسی نے پانچ سو

روپے نذر کیے اسی وقت اعلان
فرمایا، ہمارے حجرے کی دیوار گری
جا رہی ہے اس کی مرمت کی ضرورت
ہے اہل قصبہ اس ادا سے واقف
تھے بہت سے شرفاء، غربا، ٹوٹکر یاں
اور پھاڑے وغیرہ لے کر حاضر ہو گئے
کسی نے دیوار کو ہاتھ لگایا ہوا تھا کسی
نے کچھ کیا ہوا تھا۔ آپ نے کسی کو
کچھ دیا، کسی کو کچھ دیا۔ سونے سے
پہلے ساری رقم تقسیم فرما کر فارغ
ہو گئے کسی نے عرض کیا۔ آخر اتنی
عجالت کی کیا وجہ تھی فرمایا واہ ہماری
دیوار گری جا رہی تھی تم باتیں بناتے
ہو۔ (مذکرہ فضل الرحمن ص ۶۶)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لیفٹیننٹ
گورنر نے مولانا فضل الرحمن گنج
مراد آبادی سے ملنے کی اجازت چاہی۔
آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تو
ایک فقیر آدمی ہوں ان کے بیٹھنے کا
کیا انتظام ہو گا۔ اچھا ایک کرسی
منگھا لینا۔ لیفٹیننٹ گورنر کی طرف
سے تاریخ اور وقت بھی مقرر کیا گیا
تھا۔ آپ لوگوں سے کہہ کر بھول بھی
گئے یہاں تک کہ لیفٹیننٹ گورنر اپنے
چند حکام کے ساتھ آ موجود ہوئے
سب کھڑے تھے ایک میم بھی کھڑی

تھی مولانا نے ایک اٹلے گھرے کی
طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بی بی تو اس
پر بیٹھ جا لیفٹیننٹ گورنر نے کچھ تبرک
مانگا۔ آپ نے ایک مرید سے فرمایا
بھائی دیکھو میری ہنڈیا میں کچھ ہو تو
ان کو دے دو۔ اس میں کچھ چورا مٹھائی
کا نکلا۔ سب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم
کر دیا۔ سب نے ادب اور خوشی سے
قبول کیا اور تھوڑی دیر بعد اجازت
چاہی اور رخصت ہوئے نصیحت کی
درخواست کی تو فرمایا: ظلمت کرو۔
(ادراج ثلاثہ مولانا تھانوی ص ۲۴۶)

حضرت مولانا
بدر عالم میوٹھی مسہاجر مدنی

حضرت مولانا بدر عالم میوٹھی مسہاجر
مکی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا
کہ میں نے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ
اللہ علیہ (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند)
کو تنخواہ لیتے وقت روتے ہوئے
دیکھا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری
ہیں اور علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم
میں اخلاص ہوتا تو دارالعلوم میں بغیر
تنخواہ کے پڑھاتے۔ مدرسہ دارالعلوم
دیوبند کی طرف سے مولانا انور شاہ
کو دو سو روپے ماہوار تنخواہ دینے پر
اصرار تھا اور ادھر شاہ صاحب فرماتے
تھے کہ میں ڈیڑھ سو روپے ہی لوں گا

زیادہ نہیں لوں گا بالآخر پرتے دو سو
روپے پر فیصلہ ہوا۔

(نصائح عزیز سیر ص ۹۱)

شہید بالا کوٹ
حضرت شاہ اسماعیل

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید
کی خدمت میں ایک ہر تکلف شہزادہ
حاضر ہوا اور فرسخی سلام کیا مولانا نے
انگوٹھا دکھا دیا۔ پھر انھوں نے ایک
اشرفی پیش کی مولانا نے منہ پھیر لیا۔
تھوڑی دیر بعد وہ شہزادہ بے مد مکر
ہو کر کسی بہانے سے چلا گیا۔ لوگوں
نے مولانا سے دریافت کیا کہ یہ آپ
نے کیا کیا؟ مولانا نے کہا، کیا میری
قسمت بچھوٹ گئی تھی یہ بدیہ سیر کی
جان کے لیے وہاں ہے اس لیے
ایسی حرکت کی تاکہ آئندہ کے لیے
سلسلہ منقطع ہو جائے۔

(حسن الخیر جلد دو ص ۲۲۷)

حضرت مولانا

مفتی محمد حسن صاحب
ایک دفعہ صبح سویرے جامعہ
اشرفیہ لاہور کے بانی حضرت مولانا
مفتی محمد حسن صاحب نے دیکھا کہ
اساتذہ اور طلبہ ادھر ادھر بھاگے
بھاگے پھر رہے ہیں۔ کہیں فرسخ

صاف کیے جا رہے ہیں کہیں کتابیں
اور کتابیاں سناور کر رکھے جا رہے
ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے دریافت
فرمایا کہ اس سارے اہتمام کا باعث
کیا ہے؟ آپ کی خدمت میں عرض
کیا گیا کہ جناب گورنر عبدالرب نشتر
صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ جناب
والا سے آج ملاقات کا شرف حاصل
کرنے تشریف لائیں گے اس وقت
تو مفتی صاحب نے خاموشی اختیار
کی، مگر جب گورنر پنجاب نشتر صاحب
آئے تو آپ نے انتہائی استغناء
کے ساتھ انھیں ہدایت کی کہ آئندہ
آپ جب کبھی احقر کے پاس تشریف
لائیں تو بغیر کسی اطلاع کے آئیں۔
اس طرح اطلاع کر کے آنے سے یہاں
کے طلبہ و اساتذہ کو نہایت زحمت
و تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نشتر
صاحب نے آئندہ اس بات کی پابندی
کی اور ہمیشہ بغیر کسی اطلاع کے آئے۔

حضرت مولانا

سید تاج محمود
حضرت سید تاج محمود الرومی دہلی کو کسی
نے ان کے سنگر کے لیے زمین دی اس
کے ورثہ کرنے آکر اپنا حق جتا کر زمین
واپس مانگی تو آپ نے اندر سے

دستاویز لاکر جلا دی اور فرمایا جاوے جاوے میرا بھی دستاویز قبضہ تھا میں نے جلا کر ختم کر دیا۔ (بغت روزہ خدام الدین ص ۲۱۸، ۲۱۹ جون ۱۹۶۴ء)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضرت مولانا محمد الیاس کی خدمت میں ایک تالین بر یہ کیا مولانا کی طبیعت پر یہ تالین بڑا بار ہوا اس پر ایک بڑی لطیف تقریر فرمائی اور شہر کے ایک عالم کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کر دیا کہ بد یہ کہنے والے نے مجھے عالم سمجھ کر یہ تالین پیش کیا تھا۔ میں جس کو عالم سمجھتا ہوں اس کی خدمت میں پیش کر کے سبک دوش ہو رہا ہوں۔ مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت از مولانا ندوی ص ۲۶۶)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عہدہ قضا سے انکار ابو جعفر نے امام ابو حنیفہ کو طلب کیا اور کہا کہ عہدہ قضا قبول کر لیجئے مگر امام صاحب نے انکار کر دیا منصور نے قسم کھائی کہ تمہیں یہ منصب ضرور قبول کرنا پڑے گا امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ وہ ہرگز یہ منصب قبول نہیں کریں گے۔ دوبارہ منصور نے قسم کھائی اور امام صاحب نے

بھی قسم کھائی اور انکار کر دیا اس پر رزیح صاحب نے کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ امیر المؤمنین قسم کھاتے ہیں امام صاحب نے فرمایا کہ امیر المؤمنین آسانی سے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ منصور نے انہیں حوالہ زندان کر دیا تاریخ بغداد میں رزیح بن یونس سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے خلیفہ کو دیکھا کہ وہ امام صاحب کو تاملی بننے پر مجبور کر رہا ہے مگر امام صاحب جواب دیتے ہیں کہ انڈر سے ڈرو۔ اس امانت کو اسی کے سپرد کیجئے جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو۔ بغداد میں نزوات رضا میں غلطی سے محفوظ نہیں ہوں ترغیب کی حالت میں مجھ پر کیسے بھروسا ہو سکتا ہے۔ اگر مجھے آپ کے خلاف فیصلہ کرنے کا موقع مل گیا اور مجھے یہ دھمکی دی گئی کہ اس فیصلے سے یا تو ہٹ جاؤ ورنہ تمہیں دریا کے فرات میں غرق کیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ دریا کے فرات میں ڈوب کر مرنا مجھے منظور ہے لیکن فیصلے کے بدلنے پر راضی نہیں ہو سکتا۔ آپ کے دربار میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں ضرورت ایسے آدمی کی ہے جو آپ کی وجہ سے ان کے وقار کو

برقرار رکھ سکے مگر مجھ میں یہ صلاحیت نہیں۔ منصور نے کہا کہ تم جھوٹے ہو تم میں پوری صلاحیت موجود ہے امام صاحب نے جواب دیا تو پھر آپ ایسے شخص کو عدل و انصاف کی امانت کیوں سونپتے ہیں جو جھوٹا ہے۔ (تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۳۲۷-۳۲۹)

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دارالعلوم دیوبند سے تعلق ملازمت کے دوران کئی جگہ بڑی بڑی ملازمتوں پر بلایا گیا مگر آپ نے تھوڑی سی رقم پر قناعت کی اور کبھی دولت کی طرف رخ ہی نہیں کیا مولانا عاشق الہی صاحب تذکرہ الخلیل (سوانح مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پور) میں لکھتے ہیں: مولانا جمال الدین شوہر والہ ریاست سکندر جہاں بیگم حضرت مولانا ملوک علی صاحب (جو مولانا محمد یعقوب کے والد ہیں) کے شاگرد تھے وہ چاہتے تھے کہ استاد زادہ مولانا محمد یعقوب کو تین سو روپے ماہوار پر ریاست میں بلا کر قیامیت ادا کریں۔ مولانا مرحوم اس وقت اکابر ملت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب کی تجویز

سے دارالعلوم دیوبند میں تیس روپے ماہوار پر مدرسہ اول ہو چکے تھے اور اجیر کی ایک صد روپیہ ماہوار کی ملازمت اور بریلی کی انسپکٹری ملازمت کو خیر یاد کہہ کر اس فقیرانہ مخلصانہ درس گاہ کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے تھے اس لیے آپ نے بھوپال جاتے سے انکار کر دیا اور مولوی جمال الدین کو لکھا لا حاجۃ فی نفس یعقوب الا قضاہا یعقوب کی دلی حاجت جو کچھ تھی وہ پوری ہو چکی کہ بقدر ضرورت معاش کے ساتھ اہل ائمتہ کا قرب اور عطیہ دینیہ خدمت نصیب ہو گئی لہذا اب کہیں آنے جانے کا خیال نہیں۔ (تذکرہ الخلیل ص ۱۰۳)

حاجی مولانا سید وارث علی شاہ صاحب حاجی مولانا سید وارث علی شاہ صاحب انتہائی مستغنی المزاج تھے اور دنیا کی کسی چیز سے آپ کی ذات محمود الصفات کو قطعاً کوئی سروکار نہ تھا آپ نذر لے کر درہم و دینار نہ لیتے تھے البتہ تحائف قبول فرماتے تھے اور وہ بھی اسی وقت حاضرین میں تقسیم کر دیتے۔ نقدی وغیرہ کا یہ دستور تھا کہ امرارڈ سا حضور پر پہنچا کر کے

خیرات کر دیتے تھے یہ بات آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ نے کبھی دست مبارک سے نقدی وغیرہ کو نہیں چھوا اور نہ اپنے پاس رکھا نہ خورد و نوش کا کوئی انتظام کیا۔ جس مکان میں رہتے تھے وہ بھی آپ کی ذاتی ملکیت سے نہیں تھا۔ بستر کھیل وغیرہ جو ضرورت کی چیزیں تھیں ان سے بھی بے پروا تھے جس کو چاہا بستر اٹھا کر دے دیا جس کو چاہا کھیل وغیرہ مرحمت فرمایا۔ کسی چیز کو اپنی راحت و آرام کے لیے مخصوص کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے شیخ نہال الدین ساداتی متوطن کرسی ضلع بارہ بنگلی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ خدمت میں حاضر تھا ایک رئیس آپ کے لیے فریاد کیا کہ اس کے لائے جو نہایت بیش قیمت تھی اور کسی طرح ایک ہزار روپے سے کم نہ تھی اس رئیس کے خانہ سالار کی اس پر نیت تھی جس وقت رئیس موصوف نے فریاد پیش کیا حضور نے خوشی سے قبول فرمائی اور ان کی خاطر اسی وقت اور ڈھ کر بیٹھ گئے دو چار منٹ بعد وہ رئیس قدم بوس ہو کر چلے گئے ان کے جلتے ہی ان کا خانہ سالار اپنے گھر کی تیاری ہوئی شیرینی لے کر حاضر

ہوا آپ نے اس کا پیش کردہ تحفہ قبول فرمایا اور تقسیم کرنے کا حکم فرمایا اور وہ فریادگار کو اس خانہ سالار کو مرحمت فرمایا (مشکوٰۃ حقانیہ ص ۳۲)

حضرت مولانا فضل محمد صاحب ایک دفعہ فقیر والی میں ایک شخص جو سنیا کی تعمیر کا متنی تھا اس نے سنیا کی تعمیر کے لیے درخواست لکھی بغیرہ طور پر چند آدمیوں سے دستخط کروائے اور ڈپٹی کمشنر بہاول نگر کی خدمت میں پیش کر دی ڈپٹی کمشنر صاحب نے درخواست پڑھی اور کہنے لگے کہ آپ درخواست پر اسٹے آدمیوں کے بھلے صرف اور صرف مولانا فضل محمد صاحب کے دستخط کروا کر لے آئیں تو میں فوراً اجازت دے دوں گا ورنہ بہت مشکل ہے۔ یہ سن کر وہ شخص فقیر والی پہنچا اب یہ مرحلہ درپیش تھا کہ اس سلسلے میں مولانا صاحب سے بات کرنے کی جوئی کیسے سر کی جائے۔ چنانچہ وہ شخص حضرت کے ایک بے تکلف دوست کے پاس پہنچا اور اپنا مدعا سامنے رکھا لیکن انہوں نے کہا کہ کیا تم مجھے بھی جوتے پڑوانا چاہتے ہو اگر زیادہ امرار کے بعد وہ کہنے لگے کہ میں اتنا کر سکتا ہوں کہ تمہیں ان کی خدمت میں لے جاؤں اور میں صرف یہ کہوں گا

کہ یہ شخص آپ سے کوئی بات کرنا چاہتا ہے پھر تم جائزہ جانیں۔ دونوں آپ کی خدمت میں پہنچے۔ علیک سلیم اور رسمی گفتگو کے بعد پہلے تو اس شخص نے اپنے کاروبار کا رونا رو یا پھر کہنے لگا کہ ہم آپ کے مدرسے کو مالانہ اتنے ہزار روپے چندہ دیا کریں گے۔ آپ برائے مہربانی اس درخواست پر دستخط کر دیں۔ بس اتنا سننا ہی تھا کہ حضرت مرحوم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ انتہائی طیش میں آ گئے اور کہنے لگے: اویگنے! تمہیں اس کام کے لیے یہاں آنے کی جرات کیسے ہوئی؟ تم چند روپوں کے عوض میرا دین خریدنا چاہتے ہو؟ اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ!

تو آپ فطرتاً ہی ایک روز وہ جانے لگے مجھ سے کہا کہ میں آپ کے حسن اخلاق سے نہایت متاثر ہوا ہوں اس لیے آپ کو اپنا ایک نمونی وظیفہ بتاتا ہوں۔ آپ یہ دن میں ایک بار پڑھ لیا کریں تو روزانہ سو روپے مل جایا کریں گے۔ فرمایا کہ میں نے یہ سوچ کہ یہ وظیفہ کبھی نہیں بڑھا کہ اس میں خدا پر بے اعتمادی کا شائبہ ہے اور جب میرا خدا مجھے سو روپے سے کہیں زیادہ عنایت فرماتے ہیں تو ناشکری ہے کہ میں سو روپے کے لیے وظیفہ پڑھوں۔ اب اگر ایک دن تنگی آتی ہے تو دوسرے دن اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر کائنات میں زیادہ دیتے ہیں۔

فرمایا کہ پیغمبرانہ طریق یہی ہے کہ ماریں کھائے، سختیاں جھیلے، نلتے برداشت کرے اور دین کے کام میں مصروف رہے۔ فرمایا کہ نلتے اور منگی میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کا دل ہمیشہ اللہ سے لگا رہتا ہے اور خزانہ عموماً غفلت کا سبب بنتا ہے (ماہ فضل و کمال) حضرت شاہ علم اللہ صاحب ایک مرتبہ حضرت میر عثمان شاہ جہاں پوری نے شیخ سلطان

ساکن یلیا اور شاہ علم اللہ صاحب کی تنگی کے بارے میں (جو ان کے پیر بھائی ہیں) عالمگیر کو رقعہ لکھا۔ عالم گیر نے شیخ سلطان کی خانقاہ کے لیے فوراً روزانہ مقرر کر دیا لیکن خود اسے معلوم تھا کہ شاہ علم اللہ روزانہ قبول نہیں کریں گے اس لیے حکم دیا کہ جس مال سے خود ہمارے کھانے کا انتظام ہوتا ہے اس میں سے سو روپے بطور نذر شاہ علم کے ہاں پہنچا دیے جائیں۔ شاہ صاحب کو معلوم تھا کہ نذرانہ وجہ حلال سے آیا ہے اور نذر کرنے والا سلطان ہے جس سے بڑھ کر کوئی صاحب تقویٰ کم از کم ہندوستان کے تحت پر نہیں بیٹھا۔ بائیں ہندوستان لوٹنا دی۔ (مذکرہ شاہ علم اللہ ص ۸۷ بحوالہ نتائج الحرمین)

بقیہ عذاب السہی

تجربے اور تصدیق کی خاطر میں نے جب مویجی کی انگلی کو تکلیف بڑھانے پر پانی میں ڈبوئے سے پہلے چھو تو وہ واقعی آگ کی طرح گرم تھی جس کے چھونے سے میرے ہاتھ میں کافی دیر تک جلن ہوتی رہی مویجی اپنی انگلی کو پانی میں ڈبوئے کی مجبوری کی یہ عجیب غریب داستان سنا کر خاموش ہو گیا اور میں اس پر اسرار اور عجیب داستان پر حیران ہوتے ہوئے اپنے گھر آیا گیا۔

ابو عبد اللہ

عذاب السہی کے

عبدینا کے واقعات

الح سے پچاس ساٹھ سال پہلے یوپی کے ایک مشہور شہر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شہر کے ایک حصے میں وہاں کا وسیع اور قدیم قبرستان ہے اتفاق سے ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس کے جنازے کو لے کر لوگ قبرستان پہنچے جب قبر تیار ہو گئی اور میت کو اس میں اتار کر تختے لگا کر جانے لگے تو جو لوگ قبر میں ساتھ اترے تھے ان میں ایک صاحب کے جو سر ہانے کی طرف تھے کچھ ضروری کاغذات جیب سے نکل کر قبر میں گر گئے ان کو پتہ بھی چل گیا تھا۔ مگر خیال کیا کہ جب تختے لگا کر نکلنے لگیں گے تو یہ چیز اٹھالیں گے مگر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ وہ نکلنے وقت یہ چیزیں

اٹھانا بھول گئے! لیکن جوں ہی مٹی دینے کا وقت آیا تو انھیں فوراً یاد آ گیا اور شور مچایا کہ ٹھہریے ٹھہریے! میرے کچھ نہایت اہم کاغذات قبر میں رہ گئے ہیں انھیں اٹھانے کا موقع دینے۔

مجموع میں کچھ لوگوں نے اختلاف بھی کیا کہ اب تختے لگ جانے کے بعد قبر کھولنا مناسب نہیں ہے مگر ان کا امر ابرہتا ہوا۔ ہا اور بتایا کہ اگر یہ کاغذات نہیں ملیں گے تو مجھے شدید مالی نقصان پہنچ جائے گا یعنی اسی افزائش میں مٹی ڈالنے کا کام ملتوی ہو گیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ مفتی شہر سے مشورہ کیا جائے چنانچہ صاحب معاملہ اور دوسرے لوگ فوراً

مفتی شہر کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ مفتی صاحب کی رائے ہوئی کہ جن صاحب کا سامان قبر میں رہ گیا ہے وہ ہی خود صرف اسی جگہ کا تختہ بنا کر اپنا سامان اٹھا لیں جہاں ان کے خیال میں وہ سامان گرا ہے۔ یہ لوگ فوراً قبرستان واپس آئے جہاں لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے اور مفتی صاحب کی رائے سے سب کو مطلع کیا۔

بالآخر سب لوگوں نے صاحب معاملہ کو اجازت دے دی کہ آپ کو جن جگہ اپنا سامان گرایا ہے وہ صرف اسی جگہ سے تختہ بنا کر اٹھالیں۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ سر ہانے کا تھا چنانچہ انھوں نے سر ہانے سے ایک تختہ بنا کر جیسے ہی اپنا ہاتھ قبر میں ڈالا فوراً اچھٹے ہوئے ہاتھ باہر نکال لیا اور یہ کہہ کر زپنے لگا کہ ہاتھ جل گیا آگ لگی ہاتھ جل گیا آگ لگی گئی۔

لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا جیسے تیسے مٹی ڈال کر قبر تو بند کر دی گئی اور لوگوں نے ان کے ہاتھ کو اچھی طرح دیکھنا شروع کیا۔ بظاہر وہ ہاتھ بالکل صحت مند تھا اور کسی طرح کے جلنے کی کوئی علامت نہ تھی۔ لوگوں نے

ان کو سمجھایا بھی کہ بھائی تمہارا ہاتھ تو بالکل ٹھیک ہے پھر تم کیوں اتنا تڑپ رہے ہو لیکن ان کی توجہ و کراہ کے سامنے کسی کی کوئی بات نہ چل سکی اسی عالم میں چار پائی برڈال کر لوگ ان کے گھر لائے اور یہاں بھی بے قرار رہی اور تڑپ کا وہی حال تھا۔

لوگوں کی رائے ہوئی کہ کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھایا جائے اتفاق سے اس زمانے میں شہر کے سول سرجن مسلمان تھے لوگ ان کے پاس لے گئے انھوں نے جدید آلات کی مدد سے سارے ہاتھ کا معائنہ کیا مگر ان کو جتنے یا آگ لگنے کی کوئی علامت نہیں مل سکی ساری کھال بالکل ٹھیک تھی رگوں میں خون کی آمد و رفت سب دستور تھی ہڈی اور گوشت وغیرہ سب اپنی حالت پر باقی تھے مگر وہ یوچی کہے جا رہے تھے کہ ہاتھ جل گیا اور آگ لگ گئی۔

ان کی تڑپ اور بے چینی کھامے دیکھی نہیں جا رہی تھی ایک ترح اور کراہ تھی جو سارے گرد و پیش کو دہلاٹ پونے تھی سول سرجن اور ان کے ڈاکٹروں کی پوری جماعت حیران اور سارے عزیز و اقارب ششدر کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

اسی طرح تین دن اور تین رات تڑپ کے بعد وہ بھی اپنے مالک سے جا ملے۔

مخیر سیٹھ کی لاش اور اجنبی کا اولاد یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بمبئی میں تھا وہاں ایک سیٹھ ایسا بھی تھا جو اس وسیع و عریض شہر کے تقریباً سبھی حلقوں میں خاصا معروف تھا اس کے کاروباری سلسلے بہت پھیلے ہوئے تھے اور دولت کا بھی کوئی اندازہ نہ تھا۔ قسمت کا کچھ ایسا دھنی کہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا منافع بخش ہی ہوتا وہ بظاہر مخیر بھی بہت تھا۔ تیموں، سیواؤں کی بہت مدد کرتا اور اکثر کو ماہوار وظائف بھی دیتا۔ علاوہ ازیں حکومت کے بعض خیراتی کاموں میں بھی بڑھ کر بڑھ کر حصہ لیتا۔ کرنا خدا کا ایک دن یہ سیٹھ فوت ہو گیا۔ لوگوں کو بہت رنج ہوا اور جب جنازہ اٹھا تو ایک مخلوق بمرہ تھی میں بھی اس رجم میں شامل تھا اور سوچ رہا تھا سیٹھ کتنا خوش نصیب ہے کہ اس کے جنازے میں اتنے زیادہ لوگ شامل ہیں ایک وہ ہیں کہ مرتے ہیں تو ان کا جنازہ اٹھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

میں انہی سوچوں میں خدا جلنے کب تک غلطاں رہتا اگر ایک حسین و جمیل شخص جو گیسو سے رنگ کا لباس زیب تن کیے تھا اچانک ہی کہیں سے نمودار ہو کر جنازے میں شریک نہ ہو جاتا۔ اس اجنبی شخص کا قد سب سے نکلتا ہوا تھا اور اس کی شخصیت کی رعنائی ایسی نہ تھی کہ کسی کی بھی آنکھوں میں کچھ بغیر رہتی، اور یوں اگر وہ خاموشی کے ساتھ بھی جنازے کی شایعت کرتا تو رجم کی توجہ کام کر کے بغیر نہ رہتا۔ مگر اس نے جنازے میں شمولیت کے ساتھ ہی اپنی آہ و بیکلے آسمان سر بردھٹھالیا اور بھی ک نظر میں دفعتاً اس کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ اس سے بے نیاز بنے تھا اشاروں سے چلا جا رہا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ یہ شخص کون ہو سکتا ہے۔ اس جم غفیر میں کوئی فرد بھی اسے نہ جانتا تھا۔ تاہم اس کے غم و اندوہ سے اس کے گریہ و بکا سے ہم یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ یقیناً یہ کوئی سیٹھ کا قریبی رشتہ دار ہے جو کہیں دور پار سے آیا ہے اور اگر رشتہ دار نہیں تو پھر سیٹھ کا اس سے سلوک یقیناً انتہائی فیاضانہ رہا ہوگا غرض یہ کہ جنازے میں شامل ہر شخص

اپنے طور پر اس کے غیر معمولی غم و اندوہ کی توجیہ گھڑ کے مطمئن ہو گیا۔ وہ حسین و جمیل اجنبی اس انداز سے آہ و بکا کیے چلا جا رہا تھا کہ دیکھنے اور سننے والوں کے دلچسپ شوق ہو رہے تھے اور آنکھیں تر۔ جنازہ جب قبرستان پہنچا تو اس نے تدفین میں بھی انتہائی دل سوزی، مستعدی اور گریہ و زاری سے حصہ لیا۔ تدفین سے جب فراغت پائی جا چکی تو اس اجنبی نے اچانک شور مچانا شروع کر دیا کہ سیٹھ کو سپرد خاک کرتے وقت میری دس ہزار کی ہنڈی قبر میں ہمارے گئی ہے اسے نکالا جائے۔

اس زمانے میں دس ہزار کی رقم دس لاکھ سے کم نہ تھی پھر بھی لوگ متذنب تھے کہ ہنڈی نکالنے کے لیے قبر کھولی جائے کیونکہ بہت ممکن تھا کہ ہنڈی کہیں اور گری ہو اور اسے اب پتہ چلا ہو چنا چہ جب لوگوں نے اس سے اس خدشے اور امکان کا اظہار کیا تو اس نے بہ اصرار کہا کہ مجھے پورا یقین ہے کہ ہنڈی قبر ہی میں گری ہے کیونکہ جنازہ پڑھتے وقت وہ میری جیب میں تھی ویسے بھی قبر ابھی ابھی تو بنی ہے اسے دوبارہ کھولنے میں ترح ہی کیا

ہے۔ کوئی معمولی رقم کا معاملہ تو ہے نہیں کہ اس کے لیے تگ و دو جان نہ کی جائے اس کی اس بات پر کچھ اور لوگ بھی اس کے ہمنوا بن گئے پھر قبر کھول کر ہنڈی نکالنے کا فیصلہ ہو گیا۔

قبر کھولی جانے لگی۔ میں قبر کے بالکل کنارے کھڑا تھا اور بہت اٹھانہا سے یہ پوری کارروائی دیکھ رہا تھا اور اس کام میں تھوڑا بہت ہاتھ بھی بٹا رہا تھا۔ ابھی آدھی سے بھی تھوڑی سی قبر کھولی جا سکی ہوگی کہ اچانک ایک بہت بڑا شعلہ لپکا جس پر ترس کھولنے والے چیخیں مارتے ہوئے پیچھے کود پڑے اور کچھ دور جا کر بے ہوش ہو کر گر پڑے بعض افراد نے جیڑا کر کے قبر کے اندر جھانکا لیکن وہ بھی چیخیں مارتے ہوئے اسٹے پاؤں واپس بھاگے اور ان میں سے بھی کچھ حواس کھو بیٹھے۔ کیسے بتاؤں قبر کے اندر کا منظر کیا تھا۔ آج بھی مدہیں گزر جانے کے بعد اس منظر کا تصور کرتا ہوں تو روح فنا ہو جاتی ہے اور سکون غارت ہونے لگتا ہے۔

جس وقت قبر کھولنے والے چیخ مار کر دوڑے میرا اس وقت قریب ہی کھڑا تھا اور چونکہ خاصا نڈر واقعہ

ہوا تھا اس لیے حیرت و حسم کے طے جملے جذبات کے ساتھ میں نے قبر کے اندر جھانکا۔ ات وہ منظر وہ روح فرسا منظر انٹہ کسی دشمن کو بھی یہ منظر نہ دکھائے وہی سیٹھ جس کی موت پر میں ابھی ابھی رشک کر رہا تھا اور جسے قبر میں ہم نے ابھی قبیلہ رخ لٹایا تھا۔ اب اس کا مال یہ تھا کہ اس کے اوپر کا دھڑا پر کو اٹھا ہوا تھا اور ایک خونناک آزد ہا اس کی مانگوں پر بیٹھا اس کی زبان کو جو پہلے ہی باہر نکلی ہوئی تھی منہ سے پکڑے مزید باہر کی طرف کھینچ رہا تھا اور ایسا کرتے ہوئے کبھی کبھی پھنکارتا تو اس کے منہ سے شعلے سے نکلتے جن کی زد میں آنے سے سیٹھ کا منہ کالا دھواں ہوا تھا۔ ہائے! وہی منہ اور ہی چہرہ جس پر کبھی سرخی و صباحت کے ڈیرے رہتے تھے آج وہ اتنا ڈراؤنا اور بھیانک تھا کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی اور پھر اسی پر بس نہیں، قبر میں نہ جانے کہاں سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک شعلہ سا لپکتا اور سیٹھ کے تمام وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا سوچتا ہوں کہ جب یہ منظر دیکھنے والوں کے حواس گم ہو رہے تھے تو جس پر یہ سب کچھ بیت رہی تھی اس کا

حال کیا ہوگا۔
 میں جو اپنے آپ کو خاصے مضبوط
 دل اور اعصاب کا مالک سمجھتا ہوں
 وہ منظر بمشکل ہی ایک نظر دیکھ سکا
 اور پھر مارے موت اور گھبراہٹ
 کے پیچھے ہٹ آیا مگر کچھ اس عالم
 میں کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہ تھا اور
 دل تھا کہ دھونکنی کی طرح سینے کے
 اندر چل رہا تھا۔ قبرستان میں موجود
 دیگر افراد کی حالت بھی مجھ سے کچھ
 مختلف نہ تھی بلکہ اور زیادہ بدتر
 تھی سب پر ایک عجیب ناقابل بیان
 سراسیمگی طاری تھی اور کسی کی بھی کچھ
 سمجھ میں نہ آ سکتا تھا کہ اب کیا کیا
 جائے۔ کیا قبر کو پونہ ہی کھلا چھوڑ کر
 گھروں کی راہ لی جائے یا جیسے بھی
 ہو اسے بند کیا جائے۔ چند
 جی دار جوانوں نے جی کڑا کر کے
 اردو بھی اس وقت جب شعلہ
 لپکتا بند ہو گیا تھا تبرہ جلدی کے
 کچھ تختے رکھ کر ٹی ڈال دی مگر سب
 ایک دوسرے کی طرف پٹھی پٹھی آنکھوں
 سے یوں دیکھ رہے تھے جیسے پوچھ
 رہے ہوں کہ سیٹھ کے ساتھ قبر
 میں جو بیت رہتا ہے وہ اس کے
 کن گناہوں کی سزا ہو سکتی ہے
 میرا پناہ حال ہوا کہ کئی دن تک

دل سکا نہ سو سکا نہ کچھ کھا پی سکا ایک
 زرگ نے پانی دم کر کے پینے کو دیا
 تو کہیں ہوش ٹھکانے آئے۔ میرے
 علاوہ ہر اس شخص کا یہی حال ہوا
 جس نے عذابِ قبر کا یہ خوفناک منظر
 اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا بہت بد
 بعد ان لوگوں کی حالت نارمل ہوئی۔
 مگر اس عبرت انگیز منظر یا واقعے
 کا انتہائی حیرت انگیز پہلو ابھی میں نے
 بتایا ہی نہیں اور وہ یہ کہ قبر کھلنے کے
 فوراً بعد وہ انتہائی حسین و جمیل
 اجنبی کہ جس کے سنڈی گم ہونے کی
 دہائی دینے پر قبر کھولی گئی تھی کہیں
 نظر نہ آیا، قبر بند کیے جانے کے بعد
 قبرستان میں بھی اسے ہر طرف ڈھونڈا
 گیا مگر وہ دہاں ہوتا تو ملتا! جس
 طرح وہ جنازے میں شرکت کے لیے
 اچانک کہیں سے نمودار ہوا تھا ویسے
 ہی اچانک گم ہو گیا مگر ہمارے
 ذہنوں میں بے شمار سوالات
 کو جنم دے گیا۔ وہ کون تھا؟ کہاں
 سے آیا تھا؟ کیا وہ خدا کی طرف سے
 فرستادہ کوئی فرشتہ تھا جو اللہ تعالیٰ
 نے اپنی مخلوق کو خوابِ غفلت سے
 جھنجھوڑنے اور عذابِ آخرت پر
 ان کا یقین پختہ کرنے کے لیے اس
 طریقے سے بھیجا تھا اور اس نے ہڈیاں

کے گم ہونے کا صرف بہانہ کیا تھا
 تاکہ اس طرح قبر کھلو اور اندر کا منظر
 ان آنکھوں کو بھی دکھاسکے جن پر
 غفلت و مدہوشی کے درہیز ہر دم
 پڑے ہوئے ہیں۔ حقیقت کیا تھی
 یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میں تو آج
 تک اس بات پر حیران ہوں اور
 میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ شخص
 کون ہو سکتا تھا۔ ہاں جی خدا کی
 باتیں خدا ہی جانے۔

بے حیا اور بے نماز عود کا انجام

مجھ سے میرے ایک دوست
 نے یہ عجیب حیرتناک و عبرتناک
 واقعہ سنایا کہ کویت و عراق کی جنگ
 سے پہلے میں کویت میں مقیم تھا وہاں
 میں مردوں کی تجہیز و تکھین اور دفن
 وغیرہ کے امور سے وابستہ تھا
 اور لوگوں میں اسی حیثیت سے
 معروف تھا، جنگ کے دوران مصر
 آ گیا۔ اسی دوران مجھ سے ایک دن
 ایک خاندان کے لوگوں نے رابطہ
 قائم کیا اور خاندان کی ایک عورت
 کی تکفین کے سلسلہ میں بات کی، چنانچہ
 میں قبرستان گیا اور مردوں کے غسل
 دینے کی جگہ جا کر بیٹھ گیا۔ انتظار میں
 تھا کہ جنازہ تیار ہو کر نکلے کہ اتنے میں

چار بار پردہ عورتوں کو غسل دینے کی
 جگہ سے تیزی سے نکلتے ہوئے دیکھا
 ان پر گھبراہٹ طاری تھی مگر میں نے
 ان سے کچھ پوچھا نہیں کہ ہو گی کوئی
 وجہ تھوڑے وقفے کے بعد وہ عورت
 نکلی جو مردہ عورتوں کو غسل دیتی ہے
 اس نے مجھ سے میت کو غسل دینے
 میں مدد طلب کی میں نے اس سے کہا
 کہ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ
 وہ کسی عورت کو غسل دے، اس
 نے مجھ سے کہا کہ میت کا جسم بہت
 دزنی ہے جو عام طور پر نہیں ہوتا میرا
 جواب سن کر پھر وہ اندر چلی گئی کسی
 طرح غسل دیا اور کفن پہنایا پھر ہم
 جنازہ کو اٹھانے کے لیے اندر گئے
 ہم گیارہ آدمی تھے جنازہ اتنا دزنی
 تھا کہ ہم سب نے مل کر جنازہ اٹھایا
 جب ہم قبرستان پہنچے اور جیسا کہ
 مصر میں رواج ہے کہ ان کی قبریں
 کدوں کی طرح ہوتی ہیں وہ بلند کدے
 سیڑھی کے ذریعہ کدے میں اترتے
 ہیں جہاں مردوں کو بغیر مٹی ڈالے
 رکھتے ہیں، جب ہم نے لاش کو
 اپنے کندھوں سے اتارا تو لاش
 کدے کے اندر پھیلنے اور گرنے لگی
 اس منظر کو دیکھ کر ہم سب گھبرا گئے
 اور وہ ہمارے قابو سے باہر ہو گئی

اتنے میں ہم نے اس کی ہڈیوں کی
 پوچھ چراہٹ سنی جیسے ہڈیاں ٹوٹ
 رہی ہوں ہم نے دیکھا کہ کفن کا کچھ
 حصہ ہٹ گیا ہے، میں تیزی سے لاش
 کی طرف بڑھا اور اس کو ڈھک دیا،
 پھر بڑی مشکل سے اس کو قبلہ رخ
 کر سکا، دوبارہ کفن چہرے کی طرف
 سے کھل گیا اس وقت میں نے عجیب
 منظر دیکھا ہم نے دیکھا کہ آنکھیں جیسے
 باہر کی طرف نکل رہی ہوں اور چہرہ
 کالا ہو چکا تھا، ہم منظر کی سولنا کی
 سے ڈر گئے اور تیزی سے باہر
 آ گئے اور کمرہ کا دروازہ بند کر دیا
 جب میں اپنی قیام گاہ پہنچ گیا تو
 مجھ سے مرنے والی عورت کی اولاد میں
 سے ایک لڑکی ملی اور اس نے مجھ کو
 قسم دلا کر پوچھا کہ اس کی والدہ کے
 ساتھ قبر میں داخل کرنے کے دوران
 کیا پیش آیا، میں نے جواب دینے
 کی بہت کوشش کی لیکن وہ اس بات
 پر مصر رہی کہ میں اس کو میت کی حالت
 سے باخبر کر دوں حتیٰ کہ میں نے اسے
 سب کچھ بتا دیا اس وقت اس
 نے مجھ سے کہا کہ اب شیخ! جس
 وقت آپ نے ہم کو غسل کی جگہ سے
 تیزی سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا
 اس کا سبب یہ تھا کہ ہم نے اپنی

والدہ کے چہرے کا لاپروستہ دیکھا تھا
 اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری والدہ نے
 کبھی نماز نہیں پڑھی اور ان کی موت
 اس حال میں ہوئی کہ وہ بہت نشہ ایمل
 رہتی تھیں شراب و حیانام کی کوئی چیز ان
 میں تھی ہی نہیں۔
 کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ایسے مناظر
 دکھا دیتا ہے کہ لوگ اس سے سستی
 حاصل کر لیں ہر موت کے حالات کو
 اس دنیا میں دکھانا حکمتِ خداوندی
 کے خلاف ہے کہ پھر ایمان بالغیب
 کی صحت ختم ہو جاتی۔

حافظ قبر اور روپے

انسانی زندگی مختلف واقعات
 تجربات اور حادثات کا مرتبہ ہے
 آج دن زندگی کی مختلف راہوں میں
 کوئی نہ کوئی واقعہ کوئی نیا تجربہ، کوئی
 انوکھی بات پیش آتی رہتی ہے۔ کچھ
 واقعات تو عام قسم کے ہوتے ہیں
 جو جلد ہی یاد ہنوں سے اتر کر نسیان
 کی نذر ہو جاتے ہیں لیکن کبھی کبھی
 معاشرتی زندگی کی انہیں راہوں میں
 ان کے ساتھ ایسے واقعات بھی
 پیش آ جاتے ہیں جو عام دگر سے
 ہٹ کر بڑے ہی عجیب، انوکھے اور
 پراسرار ہوتے ہیں اور ہزار سوچ و بہار

کرنے کے باوجود بھی ہمیں نہیں کھلتا کہ حقیقت کیا تھی۔ ایسے واقعات اپنی اسی انفرادیت پر اسراریت اور اچھے بن کی وجہ سے دیر تک ذہنوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ تھیں اسرار اور جس سے بھرپور ایک ایسا ہی سچا واقعہ پیش خدمت ہے۔

گزشتہ برس کی بات ہمیں اپنی بڑی خالہ کے گاؤں (شاہ پور) گیا ہوا تھا۔ یہ گاؤں نہیں بلکہ ایک قصبہ ہے وہاں بازار ہے اور کافی دکانیں ہیں خالہ کے گھر کے پاس ہی ایک مورتی کی دکان تھی جو سالی (آرڈر) پر جوتے تیار کر کے فروخت کرتا تھا۔ یہ مورتی بڑا دلچسپ اور بڑا سنس مکھ انسان تھا۔ بازار آتے جلتے اس سے واقفیت ہو گئی۔ اب میں دن میں ایک دو بار ضرور مورتی کی دکان پر بیٹھا گپ شب چرتی رہتی۔ دو چار دن یہاں بیٹھنے سے میں نے محسوس کیا کہ مورتی ہمیں بچپن میں منٹ کے بعد اپنی دایں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پاس رکھے ہوئے کوڑے کے پانی میں ڈبو رہا ہے۔ پہلے تو میں نے سمجھا کہ یہ چمڑے کو نرم کرنے کی خاطر پانی میں ڈبو رہا ہے لیکن میرے غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ چمڑے

کو ضرورت کے وقت ہی پانی میں ڈبو رہا ہے لیکن اپنے دایں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو بائیں ہاتھ کے دستے کے بعد پانی میں ڈبو رہا ہے ایک عجیب اور انوکھی بات یہ کہ جب بھی وہ اپنی انگلی کو پانی میں ڈبو رہا تھا تو ہلکی سی شوں کی آواز پیدا ہوتی تھی جیسے کسی نے کوئی گرم لوسے کی چیز کو پانی میں ڈبو دیا ہو یہ انگلی کو دستے و دستے سے پانی میں ڈبو نے کی بات سے میں تجسس اور شوں کی آواز پیدا ہونے کی بات سے متعجب تھا اور پھر اسی تجسس اور تعجب کے ذریعہ مورتی کو اس کے متعلق پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لیکن مورتی نے ٹال دیا اس پر میرا تجسس مزید بڑھا اور میں پوچھنے پر بضد ہو گیا میرے بے حد اصرار پر مورتی نے بڑی عجیب غریب کہانی سنائی۔ یہ عجیب اور پراسرار کہانی اسی کی زبان سے پیش خدمت ہے۔

میں یہاں گزشتہ دس سال سے رہا کس پذیر ہوں میرے محلہ میں ایک نابینا آدمی جو مجھ سے تھا بھی رہتا تھا اس نابینے آدمی سے اب میں حافظ صاحب کہوں گا کہ میرے پاس زیادہ بیٹھک تھی۔ اسی دوستی کی بنا پر وہ میرے

پاس بھی کبھی کبھی کچھ روپے بطور امانت رکھ جاتا تھا اور بوقت ضرورت مجھ سے لے لیتا تھا۔ وہ روپے جمع تو زیادہ کرانا لیکن واپس کم لیتا اس طرح حافظ کے میرے پاس روپے جمع ہوتے گئے اور پھر روپے جمع ہوتے ہوتے پانچ ہزار روپے کی رقم جمع ہو گئی۔

پھر اچانک حافظ کی میرے پاس آمد بند ہو گئی۔ میں نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بیمار ہیں میں اسی روز شام کو حافظ صاحب کی عیادت کے لیے گیا دیکھا تو حافظ صاحب کو بخار تھا اور ان کی صحت کافی کمزور ہو گئی تھی۔ ان کی کمزور صحت دیکھ کر ان کی امانت کا خیال آیا اور کہا:

”حافظ جی! اپنی امانت مجھ سے لے لو۔“

اس پر حافظ صاحب بولے: یہ روپے اپنے پاس ہی رکھو میں تندرست ہو کر واپس لے لوں گا۔ لیکن اگر آپ مر گئے تو؟ میں نے ازراہ مذاق کہا۔

”تو پھر یہ روپے کسی اور کو مت دینا بلکہ میری قبر میں میرے سر ہانے رکھ دینا“ حافظ نے بڑی سنجیدگی سے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حافظ صاحب دو سکر دن ہی اٹھ کر پیارے ہو گئے حافظ کے مرنے سے مجھے اس کی رقم کی کافی تشویش ہوئی۔ تب میں نے محلہ کے دو تین سیانے آدمیوں سے اس بات کا ذکر کیا اور انہیں حافظ کی وصیت ”اگر میں مر گیا تو روپے میری قبر میں رکھ دینا“ بھی بتائی۔ ان آدمیوں نے مشورہ دیا کہ ”اگر حافظ نے ایسا ہی کہا ہے تو پھر روپے قبر میں رکھ دینے چاہئیں چنانچہ تجزیہ و تکلیفیں کے بعد جب دفنانے کا وقت آیا اور اسے قبر میں اتارا گیا تو میں نے حافظ کی وصیت کے مطابق سب کے سامنے روپوں کی تھیلی اس کے سر ہانے قبر میں رکھ دی تھی۔ پھر وہی دیر بعد قبر بند کر دی گئی اور تمام مٹی قبر پر ڈال دی گئی یوں یہ پانچ ہزار روپے حافظ کے ساتھ ہی قبر میں دفن دیے گئے اور دفنانے کے بعد ہم سب لوگ قبرستان سے واپس اپنے اپنے گھروں کو آ گئے۔ رات کو میرے ذہن میں یہ قبر میں رکھے پانچ ہزار روپوں کا بار بار خیال آتا رہا اور میں سوچتا رہا کہ یہ حافظ نے عجیب بات کہا ہے۔ قبر میں ان روپوں کے رکھنے

لا کوئی مقصد نہیں۔ چند یوم میں ان لوٹوں کو دیکھ لگ جائے گی اور نوٹ ختم ہو جائیں گے کیوں نہ چیلے چیلے پوری چوری یہ روپے قبر سے نکال لوں۔ لوگوں کے سامنے تو میں نے حافظ کی وصیت پوری کر ہی دی۔ ذہن میں یہ خیال آتے ہی میں عملی طور پر اس کام کے لیے تیار ہو گیا۔ مارچ کی کسی کا انتظام کیا کبیل اوڑھا اور قبرستان کی طرف چل دیا۔ باہر شدید سردی اور اندھیرا تھا۔ میرے دل میں طرح طرح کے خوف اور ڈر پیدا ہو رہے تھے لیکن دولت کے لالچ کے زیر اثر ڈر اور خوف کے باوجود میں قبرستان میں پہنچ گیا۔ قبرستان میں ہر طرف خاموشی سناٹا اور سو کا عالم تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں قبر کی تمام مٹی پر سے کر ڈالی اور قبر میں اتارنے کے لیے کھڑا ہو گیا چند منٹ کی مزید محنت سے لحد پر سے تمام مٹی ماٹ کر ڈالی۔ اب قبر کو ننگا کرنے کا مرحلہ تھا۔ میرا تمام جسم پینے میں شہابو تھا اور دل بڑی طرح دھڑک رہا لیکن باوجود ان تمام ڈر، خوف اور دھڑکنوں کے میں نے لحد پر سے لکڑی کے پھٹے اٹھا کر قبر بالکل

ننگی کر ڈالی۔ اب حافظ لامردہ جسم کھن میں لمبوس میرے سامنے تھا لیکن اندھیرے میں ماٹ نظر نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی روپوں کی تھیلی کا پتہ چل رہا تھا۔ تب میں نے مارچ پکڑی اور اس کا ٹیٹا دیا یا۔ مارچ کی تیز روشنی جیسے ہی لامردہ جسم پر پڑی تو میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جو روپے میں نے تھیلی میں بند کر کے حافظ کے سر ہانے رکھے ہوئے تھے وہ سب کے سب حافظ کے تمام جسم پر ایک خاص ترتیب سے اس طرح بکھرے پڑے تھے کہ حافظ کا مردہ جسم ان میں چھب گیا تھا اور تھیلی اپنی جگہ خالی پڑی تھی۔

بجلی کی ہائی پاور کرنٹ والی منگی تار کو
 چھو گئی ہو۔ شدت تکلیف سے میں
 نے جلدی سے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا اور تیر
 سے باہر آ گیا۔ جلدی جلدی قبر پر
 مٹی ہموار کی اور واپس پلٹا۔ شدید
 تکلیف سے میرا حال ہو رہا تھا
 درد سے انگلی پھٹی جا رہی تھی۔
 میں چند ہی قدم واپس آیا تھا
 کہ یکبارگی میرے پاؤں سے کوئی
 سخت شے ٹکرائی اور میں دھڑام
 سے اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔
 مٹا میرے چند قدم آگے ایک تیز
 روشنی پیدا ہوئی اور تھوڑی دور
 آگے جا کر بجھ گئی۔ قبرستان میں آدھی
 رات کو مردوں کے درمیان یہ منظر
 دیکھ کر میرے ادا سان گم ہو گئے۔
 سانس رک گئی اور مارے ڈر خوف
 اور حیرت و استعجاب کے دل کی
 دھڑکن بند ہو گئی۔ شدید سردی
 کے باوجود جسم پیسے پیسے ہو گیا
 لیکن مزہ کیا نہ کرتا۔ بڑی مشکل سے
 اٹھا جو اس باختم گھر کی طرف بھاگا
 اور جیسے تیسے قبرستان کی سرحد کے
 قریب پہنچ گیا۔ ابھی میں قبرستان کے
 اندر ہی تھا کہ پھر میرے پاؤں سے
 کوئی سخت شے ٹکرائی اور میں گرتے
 گرتے بمشکل بچا۔ عین اس وقت میرے

سلسلے پھر ایک تیز روشنی کا شعلہ بلند
 ہوا اور ساتھ ہی ایک خوفناک ترخ
 بلند ہوئی۔ ٹھوکر تیز روشنی کا شعلہ
 اور خوفناک ترخ ان سب باتوں سے
 میں انتہائی خوفزدہ ہو گیا۔ جسم سے
 شدت خوف و ہراس اور ڈر غم کی
 وجہ سے جان نکلی چلی جا رہی تھی لیکن
 اب میں قبرستان کی حد سے باہر
 آ گیا تھا۔ میں نے ہمت کی اور بیٹھے
 تیسے گھر کی طرف بھاگا۔ جسم پیسے میں
 شرابور تھا۔ چلیچلی اچھل کر منہ کر آیا
 تھا۔ آخر گرنا پڑا۔ ماڈر تار مٹا جیسے
 تیسے گھر پہنچ گیا گھر پہنچتے ہی مجھے
 تیز بخار چڑھ گیا۔ طبیعت انتہائی
 خراب ہو گئی اور کئی روز تک صاحب
 فرانس رہا۔
 اس عجیب و غریب حادثے کے
 کئی روز کے بعد میری طبیعت سنبھلی
 اور ہوش و حواس درست ہوئے اور
 میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا۔ صحت
 تو ٹھیک ہو گئی لیکن انگلی کے درد
 جلن اور جھپٹ میں کوئی افاتہ نہ ہوا
 اور یہ تکلیف بدستور قائم رہی۔
 ہزاروں روپے خرچ کیے سینکڑوں
 علاج کرائے بڑے بڑے ڈاکٹروں
 حکیموں کو دکھایا لیکن انگلی کی درد جلن
 میں کمی نہ ہوئی۔ البتہ پانی میں ڈبوئے

سے آدھ گھنٹہ تک عارضی طور پر انگلی
 کی تکلیف میں کمی ہو جاتی ہے لیکن
 آدھ گھنٹہ بعد پھر تکلیف شروع ہو جاتی
 ہے جو صرف پانی میں ڈبوئے سے
 بجا وقتی طور پر کم ہوتی ہے۔ اس
 کے علاوہ اور کسی طریقہ سے علاج سے
 روانی سے تکلیف میں ہرگز کمی نہیں
 ہوتی لہذا اس مجبوری اور تکلیف
 کے پیش نظر سر آدھ گھنٹہ بعد اس
 متازی انگلی کو پانی میں ڈبوئے کا
 عمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔
 مری نے مزید بتایا کہ اصل میں
 میری یہ انگلی بے حد گرم ہو جاتی ہے
 جیسے دھکتا ہوا انگارہ جس کا مجھے تو
 احساس نہیں ہوتا میں تو صرف درد
 جلن اور جھپٹ محسوس کرتا ہوں لیکن
 اگر کوئی دوسرا اس کیفیت میں جب
 میری انگلی میں شدید تکلیف ہو رہی
 ہوتی ہے چھوئے تو اس کا ہاتھ اس
 طرح جھلس جاتا ہے جیسے اس نے
 دھکتی ہوئی آگ میں ہاتھ میں دیا ہو
 یہی وجہ ہے کہ جب تکلیف بڑھنے پر
 میں انگلی کو پانی میں ڈبوئے ہوں تو اس
 سے شول کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے
 کسی نے دھکتے ہوئے کوئلے یا انگارے
 کو پانی میں ڈبوئے ہوئے۔
 (باقی صفحہ ۲۲ پر)

ام اسامہ شہاب گریڈیہ

ام منذر بنت قیس

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربان خالہ

ام منذر بنت قیس جناب نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہایت
 مہربان پھوپھی ہیں۔ آپ کا نام سلمیٰ
 بنت قیس بن عمرو بن عبد ربیع ہے۔ آپ
 کا شمار اسلام کی ان معزز خواتین
 میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کو
 قبول کرنے میں پہل کی۔ آپ نے
 حضرت مصعب بن عمیر کی دعوت پر
 لبیک کہتے ہوئے اسلام کا اعلان
 کر دیا اور پہلے اسلام قبول کرنے کا
 شرف حاصل کیا۔
 ام منذر بنت قیس حضرت سلیمان
 بن قیس کی بہن ہیں جنہوں نے اپنی
 پوری زندگی جناب نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ساتھ کفار و مشرکین
 کے خلاف جنگ میں گزار دی۔ سلیمان
 بن قیس نبی کریم کے ساتھ بدر احد
 اور خندق میں ساتھ رہے۔ حضرت

ابو عبیدہ بن الجراح کے ساتھ معرکہ
 میں شانہ بشانہ رہے اور سن چودہ
 ہجری میں آپ شہید ہوئے۔ آپ
 کے پس ماندگان میں کوئی نہ تھا۔
 ام منذر اسلام کی ان خواتین
 میں ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم سے بیعت کی، اپنی بیعت
 کا واقعہ وہ خود اپنی زبان سے بیان
 کرتی ہیں۔
 "میں آقامکی مدنی صلی اللہ علیہ
 وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور
 انصار کی عورتوں کے ساتھ میں نے
 بھی آپ سے بیعت کی جب آپ
 نے ہم لوگوں سے اس بات پر بیعت
 لی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک
 نہیں ٹھہرائیں گے جو یہی نہیں کریں گے
 نہ انہیں نہیں کریں گے کسی بہتان کا
 ارتکاب نہیں کریں گے اور نہ کسی

معروف میں معصیت کریں گے پھر
 آپ نے فرمایا کہ اور نہ اپنے شوہروں
 کو دھوکہ دیں گے۔ ام منذر فرماتی
 ہیں کہ ہم عورتیں جب واپس ہونے
 لگیں تو میں نے انصار کی عورتوں میں
 سے ایک سے کہا کہ واپس جا کر
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 دریافت کر دو کہ اپنے شوہروں
 کے ساتھ دھوکہ کیا ہے؟ ام منذر
 کہتی ہیں کہ آپ نے جو اب میں ارشاد
 فرمایا کہ اپنے شوہروں کا مال
 دوسروں کو بغیر اس کی اجازت
 کے دے دینا۔
 جلیلۃ القدر صحابیہ حضرت ام منذر
 بنت قیس کا جناب نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے نزدیک بڑا مقام ہے
 چنانچہ غزوہ بنی قریظہ میں آپ نبی
 کریم کے ساتھ اور قریب رہیں۔ اسی
 لڑائی میں رفاعہ بنت عمرو آل قریظہ کو
 گرفتار کر لیا گیا تھا چونکہ رفاعہ
 کے ام منذر اور ان کے گھروالوں
 سے تعلقات تھے اس لیے رفاعہ نے
 ام منذر سے درخواست کی کہ وہ
 اس کی رہائی کے لیے جناب نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش فرمادیں
 جب ام منذر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان کے

چہرے سے حیرت اور غم کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا تمہیں کیا ہوا ہے ام منذر؟ ام منذر نے جواب دیا! میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ زفاعتہ ہم لوگوں کے پاس اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ ہمارے لیے اس کے دل میں عزت ہے۔ آپ اس کو رہا فرما کر ہمارے حوالہ فرمادیں اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا اٹھیک ہے وہ تمہارے لیے آزاد ہے۔

بھلا ہے کہ آپ نے ام منذر کے لیے خاص اوقات مقرر فرمادیے تھے۔ آپ ان کے یہاں کھانا تناول فرماتے اور فرماتے کہ ام منذر کے کھانے میں برکت اور نفع ہے چنانچہ ام منذر کہتی ہیں:

” ایک روز آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے میرے پاس جو کی بالیاں لٹک رہی تھیں۔ آپ کھڑے ہو کر اس سے کھانے لگے۔ اس کے بعد میں نے آپ کے لیے جو اور گوشت پکا لیا اور آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا: لے علی اس سے کھاؤ یہ تمہارے لیے بہت مفید ہے۔“

بشارت ملی آپ نے ارشاد فرمایا ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری خالہ کی زندگی ہم خواتین کے لیے عشق رسول کا نمونہ ہے اور وہ ہمارے لیے قابل تقلید اور نمونہ عمل ہیں۔ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اللہ کے رسول سے عشق عطا فرمائے کہ اسی میں ہماری دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔

بقیہ: نسل نو کی تربیت کا باعث بنتی ہے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بچے کے لیے والدین کا بہترین تحفہ اچھی تعلیم و تربیت ہے نیز ضروری ہے کہ اپنے بچوں کو محبت اور کثرت دل کے پانیوں کے درمیان اعتدال کے جزیرے میں پروان پڑھائیں تاکہ آئندہ نسل صحت مند و حسین و جسم متوازن اور ذمہ دارانہ رویوں کی مالک ہو۔

جب بچہ لٹکے کہ مرنے کی پلے گی تو لے باور کر دیجئے کہ آپ اس کے بڑے ہیں رہنا میں وہ آپ کا بڑا نہیں لیکن جب وہ پکارے کہ مجھ سے کون محبت کرتا ہے تو اس کے لیے اپنے بازو وا کر دیجئے اسے عزت و وقار اور سمدردی

طلاق انیس

نسل نو کی تربیت کے تقاضے

قدرت نے اکثر جانداروں کو بڑی فیاضی کے ساتھ نقصان دہ چیزوں سے خبردار رہنے کا وصف عطا کیا ہے مگر نہ جانے کیوں مینڈک کو اس نعمت سے محروم رکھا گیا ہے۔ اکثر مینڈک کو کسی ایسے برتن میں ڈال دیں جو پانی سے لبریز ہو اور برتن کے نیچے آگ جل رہی ہو جو بتدریج تیز ہوتی جلتی تو وہ حیران کن حد تک لالعلقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں بالکل نہیں مارے گا اگرچہ چاروں طرف درجہ حرارت بڑھتا جلتے گا مگر مینڈک کو خطرے کا احساس تک نہ ہو گا حالانکہ وہ آسانی پھدک کر محفوظ جگہ جا سکتا ہے لیکن وہ تو کسی اور ہی سوچ میں گم رہتا ہے اور انجام کار اپنے اس تجاہلی عارفانہ اور غفلت مسلمانہ کا شکار ہو کر بھیانک

نتیجہ کو پہنچ جاتا ہے جس سے وہ تھوڑی کوشش کر کے محفوظ رہ سکتا تھا۔ ہم بھی کم و بیش مینڈک کی سی عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگرچہ انک ہمیں کوئی مسئلہ درپیش آجائے تو ہم بہت چرکنے پر جلتے ہیں لیکن اگر کوئی بے حد خطرناک مسئلہ آہستہ آہستہ سر اٹھائے تو ہم نہ کورہ بالا مینڈک کی طرح حیران کن غفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کسی بتدریج بڑھتے ہوئے مہیب خطرے سے اغماض اور لاپرواہی برتنے کی پالیسی کوئی نسل کے حوالے سے ہمارے تومی رویے میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ ہم نے آئندہ نسل کی تباہی و بربادی کو احتجاج کی ایک

صد بلند کیے بغیر قبول کر لیا ہے۔ نسل کے عفریت نے ہی نسل کے قابل ذکر حصے کو اپنے مکروہ چیزوں میں لے لیا ہے۔ اس ضمن میں ہر طبقے کے لڑکے لڑکیاں متاثرین میں شامل ہیں یا اخلاق و دینی اقدار کا روز افزوں زوال ذرائع ابلاغ کی بے لگامی اور جنسی انارکی بشمول فحش لٹریچر اور لچر ویڈیو فلموں کے کھلے بندوں دستیابی نے تومی کردار کی کڑوے ڈالی ہے اس اجتماعی بگاڑ کے تاحی تو بڑی تعداد میں خوشنما نسلوں سے مسلح ہو کر صف آرا ہیں مگر اس کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت کم ہی لوگوں کو ہوتی ہے آج سے دو ہائیاں پہلے اس بارے میں منصوبہ بندی ہونی چاہیے تھی مگر ہم اس وقت غافل مینڈک کی طرح کسی اور ہی سوچ میں گم مستقبل کے چیلنجوں سے بیکسر غافل رہے اب وقت آ گیا ہے کہ ہم جست لگا کر امکانی تباہی سے بچ سکیں یا بصورت دیگر ابل کر انجام کو پہنچنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

مشہور عربی مقولہ ہے: التعليم في الصغر كالنقش في الحجر۔ یعنی صغیر ہی کی تعلیم پتھر پر لکیر ہوتی ہے مگر ہم آئندہ نسل کے انتہائی اہم تشکیلی برسوں میں ان کی بنیاد سازی کرنے

کی بجائے "یہ تو ابھی بچے ہیں" کہہ کر غافل ہو جاتے ہیں۔

یہ نکتہ آسانی سے سمجھ میں آنے والا ہے کہ بچے کے روپے اور روحانیت وراثت میں منتقل نہیں کیے جاسکتے وہ وہی کچھ سیکھیں گے جو انھیں اور گرو کا ماحول سکھائے گا۔ تیز دار اور مردار بچے اپنی گھرانوں میں پرورش پاتے ہیں جن میں محبت اور دلچسپی مناسب مقدار میں موجود ہوں۔ کسی ایک کی بھی کمی یا بیشی تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔ بد قسمتی سے نئی نسل کو احترام اور تیز سکھانے اور مردار بننے کا احساس دلانے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی اور نتیجتاً نئی نسل ان اوصاف سے کما حقہ بہرہ ور نہیں مالا نہ نئی نسل میں معقولیت کے اوصاف تھوڑی سی کوشش سے پیدا کیے جاسکتے ہیں۔

والدین کے لیے احترام کے جذبات بچے کی تربیت میں کلیدی عنصر

بچے پر لازم ہے کہ والدین کی تعظیم اور احترام کرے صرف اس لیے نہیں کہ ان کے مادرانہ و پدرانہ جذبات کی تسکین ہو سکے بلکہ اس لیے بھی کہ بچے

کا والدین کے ساتھ تعلق تمام دوسرے لوگوں سے تعلقات کی بنیاد ہوتا ہے والدین کی بحیثیت ایک اتھارٹی کے تسلیم کر کے اور ان کی اطاعت کر کے بچہ جو طرز عمل سیکھتا ہے وہ اسکول میں اس کے کام آتا ہے۔ تازن کی اطاعت اور احترام کرنا اس کے لیے آسان ہے۔ حتیٰ کہ یہی چیز آئندہ چل کر اس کے معاشرتی رویے کو بھی رخ دیتی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر آپ کی اقدار کا احترام کرے تو خود آپ کو اس قابل ہونا چاہیے کہ بچہ خود بخود احترام کرنا سیکھ لے۔ وہ لوگ جو بچے کو دینی تربیت دینا چاہتے ہوں پہلے اپنی ذات کے حوالے سے مثبت تاثر بچے کے ذہن میں بٹھائیں۔ ورنہ ان کا مذہب ان کی اخلاقی اقدار ان کا ملک کچھ بھی بچے کے لیے اہم نہیں ہوگا یہی عوامل بعد میں نسلی بعد کا باعث بنتے ہیں کہ نئی نسل کو جب ہم مثبت انداز میں متاثر نہیں کرتے تو وہ ہمارے بارے میں منفی رائے قائم کر لیتی ہے۔ نتیجتاً نئی اور پرانی نسلوں میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو پاتی۔

سزا کا معاملہ ایک مفید تجربہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر والدین یہ جان لیں کہ

بچے کو غلطی پر کس قسم کا رد عمل ملنا چاہیے اور کتنی سزا ایک دینی چاہیے تاکہ بچے کی اصلاح ہو جائے لیکن والدین کو سزا دینے سے پہلے یہ فیصلہ کر لینا چاہیے کہ کیا بچے کا ناپسندیدہ رویہ ان کی اتھارٹی کو براہ راست چیلنج ہے یا بالواسطہ؟ یہی چیز سزا کی نوعیت متعین کرے گی۔

بہتر یہی ہو گا کہ بچے کی پٹیٹھ پر تھپڑ لگانا اس وقت تک مؤثر رکھا جائے جب تک وہ تقریباً آٹھ نو سال کا نہ ہو جاوے اور جارحانہ رویے کا اظہار کرتے ہوئے یہ نہ کہے "میں نہیں کرتا" یا "آپ چپ ہو جائیں"۔

جب وہ ایسی خود سری کا مظاہرہ کرے تو یہ وقت ہے کہ آپ اس کی خود سری کا علاج کریں اور "درد" ایک اچھا علاج ہے۔ یہ مرحلہ فراز برداری پر بیک چر دینے کا نہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ آپ بچے کو کچھڑے بچنے کے لیے کہتے ہیں مگر وہ جان بوجھ کر کچھڑے کے چھینٹے اچھا لتا ہے اور چاہ رہا ہے کہ فیصلہ ہو جائے کہ کون جیتے گا؟ کس میں حوصلہ زیادہ ہے؟ کس کا حکم چلے گا؟

اس مرحلے پر اگر آپ ان سوالوں کا جواب تجھے تلے انداز میں نہیں دیتے

تو وہ شہ پارا اس طرح کی کمی چھوٹی چھوٹی بد مزگیاں بار بار پیدا کر کے ان سوالوں کا جواب تلاش کرتا رہے گا یہ ایک "چھوٹے کا عجیب و غریب مسئلہ ہے کہ وہ بڑوں سے کنٹرول ہونا چاہتا ہے مگر وہ مصر ہوتا ہے کہ والدین ہی اسے کنٹرول کریں والدین کی موجودگی میں اگر کوئی اور اسے کنٹرول کرنے کی کوشش کرے تو وہ بھڑک اٹھتا ہے مگر والدین سے کنٹرول ہو کر سدھر جاتا ہے لیکن یاد رکھیں والدین بچے کو حسد سے زیادہ تند و تیز اور بے رحمی پر مبنی سزاؤں سے مطلقاً بگاڑ سکتے ہیں اس لیے خود والدین کی بھلائی اسی میں ہے کہ بچے کے ساتھ ان اصولوں پر مبنی رویہ اپنائیں۔

۱۔ اس بارے میں کوئی شک یا الجھن نہ رہنے دیں کہ ناپسندیدہ رویہ کیا ہے؟

۲۔ بچہ اگر چہ جان بوجھ کر غلطی کرے تو اسے اس کی غلطی کا اتنی اچھی طرح احساس دلائیں کہ اسے خود اپنی حرکت پر افسوس ہو۔

۳۔ اس کے مسائل سمجھنے کی کوشش کریں اور اس سے شفقت سے پیش آئیں۔

۴۔ والدین اس بات کو ضرور

لمحوظ خاطر رکھیں کہ سزا بچے کو اس کے اپنے فائدے اور بہتری کے لیے دینی ہے۔ گویا والدین بچے کو یہ یاد دلا رہے ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی اس کا خیر خواہ نہیں۔ اسی لیے وہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ اچھا رویہ اپنائے۔ خیال رہے کہ بچہ بھول کر بھی نہ سوچے کہ والدین اس سے خار کھانے کے باعث اسے سزا دیتے ہیں

۵۔ آپ کے اپنے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔

یاد رکھیے بچے کو سزا اس انداز میں دینی چاہیے کہ دوسروں کی تجسس اور تمسکین نظروں سے پوشیدہ رہے تاکہ اس پر بے رحمی سے سزا نہ جاسکے۔ منہ پر تھپڑ نہ لگائیں کہ اس سے بچہ نفسیاتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو سکتا ہے نیز چہرے پر مارنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس لیے چہرے کا احترام ہمارا دینی تقاضا بھی ہے۔ سزا بچے کے لیے مناسب حد تک درد کا باعث تو ہو مگر تذلیل کا نہیں، اس لیے چہرے پر مارنے سے بچیں۔

بچے کے قوی احساسات اور معصوم ترغیبات کا دیانت داری سے جواب دینا چاہیے خواہ وہ کتنے ہی احمقانہ

کیوں نہ لگیں۔

طنز یہ انداز اور کاٹ کھانے والا لہجہ اختیار کر کے یا عذر و حجت تندی رویہ اپنا کر وہ کبھی بچے سے دلی احترام اور محبت حاصل نہ کر پائیں گے ممکن ہے کہ بچہ ایسے والدین سے خوف کھائے اور اپنی نفرت چھپانے رکھے مگر سن بلوغ کے قریب پہنچتے ہی نفرت کا یہ آتش فشاں پھٹ پڑے گا۔ اپنی نفرت ایک خاص رت تک وہ اس لیے چھپانے رکھتا ہے کیونکہ وہ پرانی کہادت دہلیز میں رہنا اور مگر ٹھوسے بیڑ میں پرشیدہ دانش سے اچھی طرح آگاہ ہوتا ہے۔ ایک بے رحم اور تند خو باپ سارے گھر کے لیے برا ترین سکتا ہے مگر ایک وقت تک اگر وہ گھریں رہنے والوں کو عزت نہیں دیتا تو جب صلے کی باری آئے گی تو اسے بھی کول عزت نہیں ملے گی۔

بچے کو پیغام پہنچانے کا بہترین موقع سزا کے بعد آتا ہے

بچے اور والدین کو قریب تر لانے میں سب سے اہم موقع وہ ہوتا ہے

جب بچے کے چیلنج کے جواب میں ماں یا باپ کو فیصلہ کن برتری حاصل ہو جائے غاص طور پر جب بچے کو باز رکھا جائے کہ اسے جو سزا ملی ہے وہ جائز تھی اس آگہی کے بعد اکثر اسے جذباتی مرہم کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ماں یا باپ کے سینے سے لگ کر محبت کی گرمی لیے بازوؤں میں آکر نیا دل لہ حاصل کرے اور تازہ دم ہو جائے اور پھرنے سمیت مندر اور اصلاح شدہ رویے کا آغاز کر سکے۔

جھاڑ بھپاڑ کا بچہ اگر عادی ہو جائے تو یہ طریقے نہایت غیر موثر ہو جاتے ہیں نیز زیادہ حساس بچہ اس صورت میں عمر بچے کے لیے جو اس ہانتگی کا شکار ہو سکتا ہے والدین بھی اگر ڈانٹتے بھڑکنے کے عادی ہو جائیں تو اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ بے اعتدالی کا شکار ہو کر وہ بچے کی شخصیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا دیں گے البتہ تھوڑی سی سزا بچے کو تعاون پر تیار کر سکتی ہے اور والدین کے پاس ایسا ذریعہ ہونا چاہیے جس سے بچے کو تعاون پر آمادہ کیا جاسکے خصوصاً جب وہ باقی بچھلانے پر ایسا نہ کرے۔ یقیناً بعض لوگ اختلاف کریں گے کہ باقاعدہ منصوبہ بندی سے چھوٹے اور معصوم بچے کو سزا دینا زیادتی ہے حالانکہ وہ ذرا دیگر متبادل طریقوں پر بھی غور کریں کہ ایک طرف مسلسل ڈانٹ ڈپٹ اور والدین اور بچے کے درمیان مستقل تناؤ کی کیفیت ہے جس سے بچہ بتدریج جان بچتا ہے کہ اس ڈانٹ ڈپٹ کے اندر کوئی حقیقی خطرہ نہیں پھر وہ اپنے کان بند کر لیتا ہے اور کوئی اثر نہیں لیتا بالآخر ایسی ڈانٹ ڈپٹ اور گرج چمک کا اختتام بھی برسنے پر ہی ہوتا ہے اور ایسے میں بے اعتدالی کا

خطرہ وجود میں آتا ہے اور والدین بیزاری کا بھی شکار ہو سکتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ بچے سے لاتعلقی کا اظہار کرنے لگیں۔ یہ بیزاری اور لاتعلقی بچے کو رہائی سے محروم کر دیتی ہے اور وہ بگڑتا چلا جاتا ہے۔ بقول رنار ڈوشا "لاتعلقی جرم ہے" خصوصاً والدین کی بچے کے حوالے سے لاتعلقی نہایت ضرر رساں ہے۔

والدین کو خبر ہونی چاہیے کہ اکثر امور ممکنہ کرتے ہوئے بچہ اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ وہ امور کو توڑ رہا ہے وہ اپنی جارحیت پر اپنے زوروں کے ممکنہ رد عمل کا جائزہ لے رہا ہوتا ہے وہ ممکنہ نتائج کی پیش بینی کرتا ہے۔ اگر اس کی اس موقع پر اصلاح ہو گئی تو وہ آئندہ متاثر رہے گا ایسے مواقع پر لفظوں کے انبار کی بجائے تھوڑا سا "درد" زیادہ موثر ہو سکتا ہے۔

بچے کو مادیت زدہ نہ بنائیں

یقیناً خوش حالی اور مالدار ہونا بھی ایک آزمائش ہے جو اکثر اوقات انسانی کردار کو معقول رویے سے محروم کر دیتی ہے۔ بچے کو یہ احساس نہ ہونے دیں کہ چونکہ وہ ایر گھرنے سے تعلق

رکھتا ہے اس لیے جو چاہے کر سکتا ہے اس کی بے جا مندر پوری نہیں کرنی چاہیے۔ بظاہر یہ بات عجیب لگے گی لیکن یہ حقیقت ہے کہ بچے کی ہر جاوے جا فرمائش پوری کر کے آپ اس کے ساتھ بدترین دھوکہ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس سے خوشی چھین رہے ہیں۔ سچی خوشی اس وقت ملتی ہے جب کسی چیز کی شدید خواہش پہلے پیدا ہو اور پھر وہ پوری ہو جائے۔ اس کے برعکس اگر شدید اشتیاق کے بغیر کوئی شے مہیا ہو جائے تو وہ اپنی اہمیت کھو بیٹھتی ہے۔ بیاسی سے بندھال ایک شخص کے لیے پانی کا ایک گلاس سونے کے ڈھیر سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے لیکن پانی کے گلاس کی قدر اور اس کے نتیجے میں ملنے والی تسکین کی سمجھنا بد ضرورت کے وقت ہی آتی ہے۔ بچے کو تین پہیوں والی سائیکل لے کر دیں مگر جب وہ چلنے لگے۔ بائیسکل بھی دو لمبے مگر جب وہ سواری کے قابل ہو جائے تو وقت سے پہلے کسی چیز کو پا کر نہ تو وہ خوش ہو گا نہ اس کی اہمیت ہی جان سکے گا۔ اسے گاڑی کا اسٹیرنگ اس وقت تک نہ تمھائیں جب تک وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی کی اہمیت

نہ جان لے اور نہ مان لے۔ سختی اور محبت میں انتہا پسندی سے پرہیز کریں عام طور پر اس بات کو اہمیت نہیں دی جاتی کہ والدین کے رویے بچے کے لیے کس طرح کے نتائج پیدا کریں گے۔ سختی کے معاملے میں بے حد احتیاط کریں۔ بچے کی عزت نفس کو بروقت مجروح کرنے سے وہ خود آپ کے لیے تباہی کا باعث بن سکتا ہے اسے ذلیل نہ کریں اور نہ یہ اطمینان سوچا جائے کہ وہ ہر وقت آپ سے ڈرتا رہے۔ اس پر اعتماد کریں اور اپنے فیصلے خود کرنے کے قابل بنائیں۔ اپنی اپنا اور جبر کے بھاری بوسے اس کی شخصیت مت کچلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل نمونے کو سامنے رکھیں۔ آپ کا بچوں کے ساتھ جو رویہ تھا ویسا ہی رویہ اپنانے کی شعوری کوشش کریں آج کے والدین یا تو دین کو جبر بنا دیتے ہیں یا اپنے بچوں کو اس حد تک لادین بنا دیتے ہیں کہ انھیں اپنی شناخت تک نہیں رہتی۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر وہ مسلمان ہیں تو غیر مسلموں سے مختلف کیسے ہیں اس کو ارض پر بسنے والا وہ فرد جسے

اپنی شناخت نہیں جانوروں کی طرح بے مقصد زندگی گزارتا ہے اور حشرات کی طرح مر جاتا ہے خدا را آئندہ نسلوں کو کنفیوژن سے بچائیے اپنی شناخت دیکھئے۔ ستواری اور نارمل رویے اپنائیے مسلمان بننا سیکھئے اور پھر مسلمان بن جائیے تاکہ آئندہ نسلیں نارمل اور متوازن ہوں اور آپ خوشیاں سمیٹنے والے والدین بن سکیں۔ ورنہ اگر آپ بچے کو فخریہ مہار کی طرح چھوڑ دیں گے تو پھر کسی طرح بھی جاننے کے لیے خود کو تیار رکھئے۔ بچے سے اس کا بچپنا مت چھینئے اسے آہستہ آہستہ بڑا ہونے دیکھئے۔ ذمہ دارانہ رویہ اپنائیے لیکن حد سے زیادہ احتیاط بچے کو منحصر اور منفعل بنا دے گی۔ حد سے زیادہ محتاط والدین بچے کو وہ خطرات بھی مول نہیں لینے دیتے جو بشتابے مضر ہوتے ہیں۔ لیکن بچے کو اعتماد بخش سکتے ہیں اور سمجھداری کی تمہید بن سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بچے کو اپنی صحبت سے محروم نہ کریں۔ بعض والدین بچوں کو مادی آسائشوں کے ڈھیر تو دے دیتے ہیں مگر اپنی صحبت سے محروم رکھتے ہیں جو بچوں کی شخصیت میں حسرت و مایوسی بن کر منفی رویوں کا

عقیدہ توحید

فکو کے صحیح ہونے میں اولین بات یہ ہے کہ اللہ کی پہچان صحیح ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کی پہچان اس کی صفات سے ہوتی ہے لہذا ہر مومن کو ان صفات کا علم ہونا ضروری ہے جن کے ساتھ رب تعالیٰ موصوف ہے۔ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کی صفات سے ہی نادانقت ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کو صحیح طور پر نہیں پہچان سکے گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا "اے معاذ! تم ایسی قوم کے ہاں جا رہے ہو جن میں زیادہ تر اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ ہیں۔ جب تم وہاں پہنچو تو سب سے پہلا کام یہ کرنا کہ انھیں توحید و رسالت کی دعوت دینا یعنی وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا پیارا رسول ہوں۔ توحید کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ہے اسی طرح اس کے سوا

نئی صدی کا نیا تحفہ خطبات مفکر اسلام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
مترجم: محمد کاظم ندوی
قیمت جلد اول 120/-
دوم 120/-
سوم 120/-
چہارم 120/-
نوٹ: اپنے کسی قریبی کتب فروش سے حاصل کریں یا ہمیں لکھیں
پت: مکتبہ ایوب
لاہور
کا کو ماسی لکھنؤ ۲۲۷۱۰

ماہنامہ رضوان کے بارے میں تفصیلات

فادم کے مطابق
مقا اشاعت: ۱۶/۵/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ
وقف اشاعت: ماہنامہ
پرنٹر پبلشر ایڈیٹر: محمد حمزہ حسنی
ملکیت: مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن
قومیت: ہندوستانی
پتہ: ۱۶/۵/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ
میں محمد حمزہ حسنی اس بات کی تصدیق
کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میری
سمجھ سے درست ہیں۔
دستخط محمد حمزہ حسنی

سوال و جواب

مفتی راشد حسین ندوی

س: میرے لڑکے نے اپنی بیوی کا مہر نہیں دیا تھا اسی درمیان اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اب میرا لڑکا اپنی بیوی کا مہر دینا چاہتا ہے تو برائے مہربانی بتایا جائے کہ مہر کس کو دیا جائے میرے بھوکے کوئی اولاد نہیں ہے۔
ج: صورت مسئلہ میں مہر آپ کی مرحومہ بھوکے ترکہ میں شامل ہوگی اور چونکہ اس کے کوئی اولاد نہیں ہے لہذا نصف مہر کا وارث خود شوہر ہوگا بقیہ نصف کے وارث مرحومہ کے دو سسر درشنا (والدین وغیرہ) ہوں گے جس کی تفصیل اس کا وقت بتائی جاسکتی ہے جب اس کے تمام درشنا کا ذکر کیا جائے لہذا شوہر

کو چاہیے کہ نصف مہر لڑکی کے والدین کے حوالہ کر دے اور وراثت کے شرعی قانون کے مطابق تقسیم کرنے کی تاکید کرے۔ (سورہ نسا - ۱۲)
س: زکوٰۃ کی رقم سوتیلی والدہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
ج: سوتیلی والدہ کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے (شامی ۲-۶۹)
س: بچہ کے ولادت کے بعد اگر اس کے کان میں اذان و اقامت کوئی عورت دے تو یہ کافی ہے یا نہیں؟
ج: نومولود کے کان میں صالح مفتی مرد اذان و اقامت کہے تو بہتر ہے لیکن اگر عورت نے اذان و اقامت کہی تو وہ بھی کافی

ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ان نماز کے لیے جو اذان ہے وہ اذان دینا عورت کے لیے مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں آواز بلند کی جاتی ہے اور یہ بات عورت کے لیے مناسب نہیں لہذا اگر نماز کے لیے عورت نے اذان دی تو اس کا اعادہ مستحب ہے۔
رہندہ ۱-۵۴ اور نومولود کے کان میں اذان و اقامت کہنے کے لیے آواز بلند نہیں کی جاتی اس لیے عورت کی اذان و اقامت کافی ہوگی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔
س: اگر ڈاکٹر انجکشن کے ذریعہ کسی باوجود شخص کا خون نکالے تو اس سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟
ج: اگر خون بہہ پڑنے کی مقدار میں ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (رہندہ ۱/۱۱)
س: جمعہ کے دن منبر کے سامنے دعا جلنے والی اذان کا جواب حاضرین مسجد کو دینا چاہیے یا نہیں؟
ج: اس اذان کا جواب بجائے زبان کے دل سے دینا چاہیے۔
رزا المختار ۱/۲۹۴